پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

درس حدیث

محمد اظہر مدنی

عیدقرباں اوراس کے جانوروں کی خرید وفروخت

عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: لا تصروا الابل والغنم، فمن ابتاعها بعد ذلک فهو بخير النظرين بعد أن يحلبها، ان شاء أمسکها، وان شاء ردها وصاعا من تمر. (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:اونٹنی اوربکری کا دودھ نہ روکو،اگرکوئی شخص ایسا جانورخریدتا ہےتو دودھ دوہنے کے بعداسے اختیار ہے چاہےتو وہ اپنے پاس رکھےاور چاہےتو واپس کردےاورایک صاع کھجوربھی اس کے ساتھ دے۔

تشریح: دین اسلام دین فطرت ہے۔اس نے انسانوں کےفطری رجحانات اورطبعی خواہشات کا بھرپورخیال رکھا ہے۔اوران کے لئے خوشی منانے کےایام مقرر کئے ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاارشادگرامی ہے **کان لکم یومان تلعبون فيها وقد ابدلکما الله بهما خيرا منهما يوم الفطر ويوم الاضحی** تم نے کھیل کوداورخوشی کے دودن مقررکیے ہوئے تھےاللہ تعالیٰ نے ان جاہلی تہواروں کے بدلے میں تمہارے لئے دوبہترین دن مقررکئے ہیں اوروہ ہیں عیدالفطراورعیدالاضحیٰ۔

عیدالفطر رمضان المبارک کےاختتام پرمنائی جاتی ہے جبکہ عیدالاضحیٰ دسویں ذوالحجہ(یوم النحر) کوحضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظیم قربانیوں اورکارناموں اورسنتوں کوزندہ کرنے کے لئے مناتے ہیں۔اس عیدقرباں کی مناسبت سےقربانی کے جانوروں کی بڑے پیمانے پرخرید وفروخت ہوتی ہےاورانہیں جانوروں کی قربانی اس عید کی اصل روح اورشریعت کومقصود ومطلوب ہے۔جس قدران قربانی کے جانوروں کی اہمیت ہےاوران کے ساتھ حسن تعامل پررسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کا تاکیدی حکم صادرہوا ہےاسی قدرانہی جانوروں کےخرید وفروخت میں کوتاہی اوردھوکہ دھڑی پروعید بھی کی ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام بیع وشراء کےحوالے سے بیان فرمایاہے کہ **من غش فليس منی**، جس نے ہم سے دھوکہ کیا۔وہ ہم میں سےنہیں اورصحیح بخاری **کتاب البيوع باب اذا بين البيعان ولم يکتما ...** کی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاواضح فرمان موجود ہے کہ اگرخرید وفروخت کرنے والے دونوں سچ بولیں گےاور جوکچھ عیب ہواس کو بیان کردیں گےتوان کی اس بیع میں برکت ہوگی۔اوراگرجھوٹ کا سہارالیں گےاورعیب کوچھپائیں گےتوان کی بیع میں سے برکت مٹ جائے گی اورایک دوسری حدیث میں اللہ کےرسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ’’بیع کوتقویت پہنچانے کے لئےقسم کا سہارانہ لو‘‘ کیونکہ قسم کھانے سے بات میں وزن پیدا ہوجا تا ہےاورسامان خریدنے والے کا گمان یقین میں بدل جاتا ہے۔لیکن یادرکھو بیع میں قسم کھانا برکت کوضائع کردینے کا سبب ہےلہذاقسم کھانے سے بچو۔یہ سچی اوراچھی چیز پرقسم کھانے کی بات ہےاگرکوئی شخص اپنے سامان کو بیچنے کے لئےجھوٹی قسم کا سہارالیتا ہےتو آپ اس کی سنگینیت کااندازہ لگائیں کہ ایسےشخص کا کیا حال ہوگا۔

عیدقرباں کی مناسبت سےمنڈیوں میں جانور کےداموں میں اس قدربےتحاشہ اضافہ کیا جاتا ہے کہ ایک معمولی نوکری پیشہ والےآدمی کواس کا باراٹھانا اورقربانی جیسی اس عظیم سنت پرعمل کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔مستزاد یہ کہ اس جانورکو بیچنے کے لئے زیادہ سے زیادہ نفع حاصل کرنے کی غرض سےکذب بیانی،دھوکہ دہی عیب سے چشم پوشی جیسے گناہ کبیرہ کاارتکاب کیا جاتا ہے جبکہ یہ ساری چیزیں شریعت میں حرام ہیں اورتجارتی اصول وضوابط کےمنافی ہے۔جب قربانی کے جانورکوفروخت کرنے کے لئے مارکیٹ میں لایا جاتا ہےتواس کوموٹا تازہ فربہ دکھانے کے لئے زبردستی پانی سےاس کے پیٹ کوبھردیا جاتا ہے یادواؤں کا سہارالیکراس کےجسم کوپھلادیا جاتا ہے جس کی وجہ سےوہ مزید توانا وتونگر دکھنے لگتا ہےجبکہ اس طرح کرنا کسی بھی صورت جائزنہیں ہے۔

مذکورہ بالا حدیث میں اسی دھوکے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اگرکوئی شخص جانور کے دودھ کواس کےتھن میں روک کررکھے تاکہ بیچتے وقت اس کاتھن بھرا ہوادکھےتوایسے جانورکو جوحسب معمول اتنا دودھ نہ دیتا ہو جتنا بیع کے وقت بتایا اوراس کےتھن میں دیکھا گیا ہےتوایسے شخص کواختیار ہے کہ وہ جانورواپس کردے نیزاسی طرح ایک اوربہت بڑی خرابی دیکھنے کوملتی ہے کہ سودے پرسودا کیا جاتا ہے۔اگرکوئی شخص مناسب جانورمناسب دام پرخریدتا ہےتو کچھ لوگ زیادہ رقم کی پیش کش کرکے اس کے بیع کوفسخ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اوراسے اپنی طرف کرلیتے ہیں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کےسودے پرسودانہ کرے رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیع وشراء کےحوالے سے یہ عمومی فرمان ہےتو قربانی کےعظیم جانورجواللہ کے شعائرمیں سے ہےاس کے ساتھ کسی بھی طرح کا دھوکہ کرنا کہاں تک درست ہوسکتا ہےلہذاہمیں چاہیے کہ بیع وشراء کےمقررشدہ اصول وضوابط پرعمل پیراہوں اوراپنے بیع کوکذب،قسم،دھوکہ اوراس جیسے دیگرگناہوں سے پاک وصاف رکھیں تاکہ اللہ کی رحمتوں کے مستحق ہوسکیں۔رب العالمین ہمیں شریعت کےاصولوں کا سچا پاسداربنائے۔آمین وصلی اللہ علی نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم

☆☆☆

اداریہ

ابو مصلح الکریمی

تقویٰ وایثار وقت کی اہم ضرورت

مثل مشہور ہے کہ ''نزلہ برعضوضعیف''یعنی نزلہ عضو نازک پر ہی گرتا ہے، پانی ادھر ہی مرتا ہے جدھر کی زمین پست اور نشیب ہوتی ہے۔ امت مسلمہ کی حالت وکیفیت کچھ عرصہ سے ایسی بنی ہوئی ہے کہ ہرافتاد اسی پر پڑتی ہے اور ہرجگہ ساری تانیں اسی پر ٹوٹتی ہیں۔ ہر مصیبت انہی پر آتی ہے۔ ہر آفت کے سزاوار بھی وہی بنتے ہیں۔ ہر آزمائش کی بھٹی میں وہی تپائے جاتے ہیں۔ سیاست کی ساری منحوسیت ان ہی کے حصے میں آتی ہے۔ مقامی ومحلی سیاست سے لے کر عالمی سیاست تک ان کی ہزیمت وپسپائی کا چرچا ہے اور پورا عالم اسلام اغیار کے نرغہ میں ہے اوران ہی کے رحم وکرم پر ہے۔ لگتا ہے کہ ہمارے سیاست دانوں سے ہرخوبی وخیر، عقل وہنر اور صلاحیت روٹھ سی گئی ہے۔ ان میں کوئی ایسا مرد میدان نہیں جو عالمی ومحلی سیاست کو سمجھ کر اس میں صحیح کردار ادا کرے اور عالم اسلامی اور عالم انسانی کے خلاف سیاسی چالوں کو مات دے کر ان کی اچھائی وبھلائی کا وہ فریضہ انجام دے جو ان کا نصب العین ہے۔ مسلم قوم اوران کے سرداروں نے اگر اپنا مرتبہ ومقام نہ پہچانا، خیرامت کی حیثیت سے اپنا فرض نہ جانا اور عالم اسلام اور ساری انسانی برادری کے حقوق وضروریات کو مدنظر نہیں رکھا تو دنیا میں اسی طرح سیاسی ومعاشی اور دینی واصلاحی عدم توازن اور ظلم وزیادتی کا دور دورہ رہے گا، ایسے میں خسارہ ساری انسانیت کا ہوگا اور ایک گروہ صرف اس بات پر مطمئن ومگن ہوتا رہے گا کہ اس نے اپنے ہی بھائیوں کو زیر وذلیل کرلیا اور اپنا بھلا کرلیا۔ دوسروں کو دھول چٹادیا اور خود سرخرو ہوگئے اور کامیاب رہے۔ ایسی سوچ دنیا کی تباہی اور خود اپنی بربادی کا وہ خطرناک موڑ اور موقع ہوتا ہے جہاں سے لوٹ کر آنا قوموں اور اشخاص کی زندگی میں بے حد مشکل ہوتا ہے۔ تعجب ان پر نہیں ہے جن کا اپنا مقصد حیات اس دنیا کی چمک دمک کے علاوہ دوسرا کوئی اور جہان نہیں ہے، بلکہ حیرت

مدیر مسئول

اصغر علی امام مہدی سلفی

مدیر

عبدالقدوس اطہر نقوی

نائب مدیر: مولانا خورشید عالم مدنی مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی

مجلس ادارت

مولانا محفوظ الرحمن فیضی مولانا شہاب الدین مدنی ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی مولانا طہ سعید خالد مدنی مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث	۲
اداریہ	۳
قربانی کی حکمت ومشروعیت	۶
عیدالاضحیٰ - احکام ومسائل	۹
نواب صدیق حسن خاں کا سفر حج، مشاہدات اور دروس وعبر	۱۵
قرآنی اخلاق	۲۰
ابوحبیب ناصر بن عبدالعزیزؒ: نابغۂ روزگار شخصیت	۲۴
مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز	۲۷
جماعتی خبریں	۳۰
اپیل	۳۱
اشتہار بابت اہل حدیث منزل	۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدل اشتراک

سالانہ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ۷/روپے
پاکستان ۵۰۰/روپے

بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔۱۱۰۰۰۶
ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

واستعجاب کے سمندر میں ڈوب جانے کا مقام وہ ہوتا ہے جب کوئی اسلام دین فطرت کی طرف نسبت کرنے والا اپنے منصب ومرتبہ کو بھول کر ذلت ونکبت کی زندگی گذارنے پر آمادہ ہوجائے۔ اوراس سے بھی زیادہ تعجب خیز وحیرت انگیز صورت حال وہ ہوجاتی ہے جب مسلم امت اوراس کی قیادت وسیاست اوروں سے بھی زیادہ وقتی مفاد ومصلحت کا دلدادہ اور دیوانہ ہوکر دوسروں کے رحم وکرم پر جینا شروع کردے اوراپنی حیثیت وصفت کو یکسر فراموش کردے۔ اگرایسا ہونے لگے توسمجھ لینا چاہیے کہ اب اس قوم کی نکبت وذلت کی انتہا ہونے والی ہے اورخیر وبھلائی کا کوئی بھی حصہ قصۂ پارینہ ہونے والا ہے۔ اس وقتی مفاد پرستی اورابن الوقتی سے بھی بڑھ کربعضے امت دشمنی میں دوسروں کا آلۂ کاربن کرعالم اسلام اورمسلم ممالک کو زک پہنچاتے اور دشمنوں کی ہمنوائی وخوشنودی کا دم بھرتے ہیں۔ جس کے متعدد عوامل ہیں۔ ان مختلف اسباب وعوامل میں سے ان کا دشمنان سے بباطن ولاء بظاہرعداوت وعناد ہے وہ اہل اسلام اور بلدان اسلامی سے بظاہرمحبت کا دم بھرتے ہیں مگران کے خلاف ریشہ دوانیاں کرتے ہیں۔اور لَا يَرْقُبُونَ فِي مُؤْمِنٍ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُونَ ''یہ توکسی مسلمان کےحق میں کسی رشتہ داری یا عہد کامطلق لحاظ نہیں کرتے، یہ ہیں ہی حد سے گزرنے والے'' (سورہ توبہ:۱۰)والے خطاب والقاب کے مصداق ہوتے ہیں۔اس کی اہم ترین وجہ دین اورتعلیم دینی سے دوری ہے۔ بہت سی جگہوں پرلادینیت اورالحاداورخالص دنیا داری بھی اس کی وجہ ہے۔ ان میں سے اکثر نے اپنے اپنے ملکوں میں لادینیت اورنام نہاد جمہوریت کوفروغ دینے کی کوشش کی اوراسلام اورتعلیمات اسلام کوچھوڑ کر سیکولرزم کواپنا دستور وقانون بنایا بلکہ اسلامی نظام عدل وانصاف سے کوسوں دوررہے۔انہوں نے بھرپورطریقہ سے ایک ڈکٹیٹر کی حیثیت سے اپنانظام بنایا اور چلایا۔بعضے نے تواسلامی انقلاب کے نام پرہیرو بننے میں ساری توانائی صرف کردی حالانکہ وہ نفاق زدہ اورالحادزدہ کام انجام دیتے ہیں۔یوں وہ جمہوریت پسند اور اسلام کے ہیروکی حیثیت سے امت کے سرپرمسلط وبراجمان رہے۔قوم وملت کی بھلائی کی کبھی نہیں سوچی۔یعنی جوبظاہرجمہوریت کی پیداواراوراس کے امیدواربن کرابھرے،ان کے سرپربھی مغربی آقاؤں کا درپردہ سایہ رہا اور ان کی ترکیبوں اور سازشوں کے نتیجے میں اسلام کے ہیرو بنے۔ جب تک وہ اپنے آقاؤں کے لئے مفیداورمسلمانوں کے گلے کی ہڈی بنے رہے،ان کی شہ رگ کوکاٹنے کا کام کرتے رہےاورعالمی قوتوں کے حقوق کی پاسداری اوران کی مقصد براری کرتے رہےساتھ ہی ان کوکوستے اور ان کےخلاف نعرہ بازی کرتے ہوئے ان کے مفادات کی تکمیل کرتے رہےوہ اس کے صلہ میں برسراقتدار رکھے گئے۔ ان کے جذباتی نعروں اور انقلابی اقدامات نےمغرب اوراسلام دشمن طاقتوں کے لئے دوطرفہ فائدہ پہنچایا۔ایک طرف مسلمانوں کی چھوی خراب کی جاتی رہی۔ان کی صورت مسخ کی جاتی رہی ،اسلاموفوبیاکےعلمبرداروں کے لئے موادفراہم ہوتارہا اوران کی سرکوبی کے لئے جواز ہی نہیں ان کا قلع قمع کرنے کو واجب وسزاوار گردانا گیا۔تودوسری طرف وہاں کےمسلم ودین پسندعوام کے جذبات سےکھیل کران کوورغلانے کا کام بھی ہوتارہااوریوں پوری قوم ان خائنوں اوراسلام دشمن طاقتوں کے لئے آلہ کاروں کواپنا ہیروسمجھتی رہی۔تیسری طرف جومسلمانوں کے اصل مسیحا،ان کے کاز سےمحبت رکھنےوالے،حقیقی دین پسنداورامن پسندحکمراں ہیں اورجنھوں نے اپنے ملک کے اندرحقیقی طورپراسلام کونافذ کیا،ساری دنیا میں اسلامی کازکوفائدہ پہنچایا،ان کو بےایمان ثابت کرکےعوام کی نظروں میں گرانے اور بڑی طاقتوں کا پٹھواورہمنوابتانے کا کام زوروں پرہے۔چوں کہ مسلمانوں کے حقیقی رہنماؤں کوراہ سے ہٹانے اورانہیں غیرموثر بنانے کا کام بھی یہ مسلمان کرتے رہے،میڈیااوراسلام دشمن وسائل اعلام اس کوہوادیتارہا۔سچ کوجھوٹ، جھوٹ کوسچ ثابت کیا جاتارہا۔قلب حقائق کے یہ ماہرین خردکوجنوں اورجنوں کو خرد کا نام دیتے رہے اور دنیاان نعروں اور پروپیگنڈوں کے پیچھے بھاگتی رہی۔اوریہ کیفیت اگریونہی جاری رہی توخدانخواستہ وہ دن دورنہیں جب عالم اسلام کی رہی سہی اور بچی کھچی قوت بھی پارہ پارہ ہی نہیں بالکل ناکارہ اوربیچارہ ہوکررہ جائےگی۔

بربادی بغداد،سقوط غرناطہ،تباہی اندلس اورمشرق ومغرب کے بہت سے

ممالک وبلدان اسلامیہ کے زوال وانحطاط اور ان کے خاتمے کے واقعات ہمارے سامنے ہیں۔ اس کے اسباب وعلل بھی ہماری نظروں سے اوجھل نہیں ہیں پھر بھی ہم سبق حاصل کرنے کے لئے تیارنہیں۔ہمیں یادرہنا چاہیے کہ اس وسیع وعریض دنیا کے نقشے پر مسلم امت کا وجودمختصرومحدود نہیں تو بہت زیادہ اور اکثر سرزمین عالم پر پھیلا ہوا بھی نہیں ہے جتنا کہ اس کا حق تھا اور انسانیت کو اس کی ضرورت تھی۔مگر جو کچھ بھی ہے وہ آبادی ورقبہ کے اعتبار سے کمتر بھی نہیں ہے۔ یہاں دوراول،عہدنبوی صلی اللہ علیہ وسلم اورعہد خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور دور بنوامیہ میں اسلامی فتوحات جس قوت اورسرعت سے وجود میں آئیں اور جس کے دوررس اثرات مرتب ہوئے۔ تہذیب وتمدن اور علوم وفنون،سائنس وطب اور ہندسہ وحساب میں جوترقی ہوئی اورسب سے بڑھ کر یہ کہ عہد بنوامیہ وعباسیہ میں ہمارے اسلامی علوم، تدوین حدیث، تعلیم علوم، خصوصاًایجادات ومخترعات وتدوین علوم قرآن وحدیث ،علوم اصول فقہ وفقہ، علوم فلسفہ ومنطق، علوم ادب وعروض وغیرہ دسیوں علوم کا عظیم الشان کارنامہ انجام دیا گیا اور بجاطور پر بالاتفاق العصر الذہبی یعنی سنہری دورعلوم اسلامی کے لقب سے ملقب کیا گیا وہ ہماری تاریخ کے سب سے زریں ابواب اور بہترین اوراق اور لازوال وبے مثال کارنامے ہیں۔دراصل جس عہد پر اپنوں کو بجا طور پر فخر وفرحت رہا اور اندلس اور مغرب اقصیٰ سے لے کرمشرق بعید تک وہ سب عہد بنوامیہ کے حسنات وبرکات وثمرات ہیں،فقہاء اسلام ، اامامان دین ومجتہدین اورطائفۂ منصورہ محدثین خصوصاً فقہاء، ائمہ اربعہ کے عظیم الشان اعمال وکارنامے انہی عہوداسلامیہ کے دین ہیں اوریہی دورہمارے بہت سے امورخصوصاًعلوم وفنون کے امتدادوتسلسل ہیں۔مشرق ومغرب کی تمام ہی زندہ اقوام جوآج اپنی ترقی اورعروج پرفخر کرتے نہیں تھکتیں وہ انہی ادوار وازمنہ کے علوم کی خوشہ چیں ہیں یہ اور بات ہے کہ جس طرح ہم نے سادگی میں اپنے آپ کو بھلادیا،اپنی حقیقت کونہ جانا نہ پہچانا،انہوں نے ان ساری داستان کو یادرکھا مگر حسد وکینہ سے لبریز سینہ کے پھپھولوں کوان ہی کے خلاف پھوڑنا اپنا وطیرہ بنایا۔ہم نے مرعوبیت ومنحوسیت اور مصلحت وتفاخر کی خاطر انہی ادوار کو عجمی ومغربی افکاراور پروپیگنڈوں سے متاثر ہوکراورسیکولرزم کا کھول چڑھا کر اپنے ان ہی سنہری ادوار کو جاہلیت اورتہہ بتہہ کن کن ادوارمظلمہ کے نام سے موسوم کرنا شروع کیا اوران کی بدنامی کی ٹھان لی۔ گویا اپنے پاؤں ہی پر کلہاڑی مارکراور اپنی ہی شاخ پرجس پرہم بیٹھے ہیں اسے کاٹنے کا کام کرکے کوئی خطیب،کوئی ادیب تو کوئی متکلم دوراں اورکوئی مفکر اسلام بنا پھررہا ہے۔اس بے خودی یا نشۂ برتری وخودسری اور مفاد پرستی میں اس قدرمحو ہے کہ اسے خود احساس زیاں اور اماجدواماثل کے ضیاع کا ادراک ہی نہیں ہے۔

یہ اوراس طرح کی دردمندی وہمدردی اورفکرمندی جسے عالم اسلام کے تئیں ہم جتاتے رہتے ہیں۔ اگرواقعی اخلاص اوراسلام وانسانیت دوستی پرمبنی ہے توہمیں چاہیے کہ اس کے علاج اور مداویٰ کی بھی مخلصانہ وبھرپورکوشش کریں۔ اس کے لئے ہمیں ہرطرح کی قربانی دینی ہوگی، ایثار سے کام لینا ہوگا۔اخلاص اوراسوۂ انبیاء وصحابہ خصوصاًاسوۂ خاتم النبیین سیدالمرسلین شفیع المذنبین اوراخلص المخلصین نبی رحمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرمعاملے میں خصوصاً اس معاملے میں آپ کی صداقت واخلاق کی روشنی میں اپنانا ہوگا۔اس کے علاوہ ان تمام جھمیلوں اورفسادات وفتن اورملاحم ومعارک فکری ومیدانی سے بچنے کا کوئی اورحربہ پورے اور پائیدارطور پر کامیاب نہ ہوگا۔

آیئے ان افضل ترین ایام لیالی عشر،عشرۂ ذی الحجہ اور ماہ ایثاروقربانی میں کثرت عبادت سے قرب الٰہی حاصل کریں اور ایثاروقربانی کے جذبے سے سرشار ہوکراور تمام داخلی وخارجی محلی وبین الاقوامی معاملات میں اخلاص اورتقویٰ سے کام لے کر باہم شیروشکر ہوجائیں تب ہی ہم قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (سورہ الانعام:۱۶۲)''بالیقین میری نمازاور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو سارے جہان کا مالک ہے۔'' جیسے دعوے کے مصداق ہوسکتے ہیں اور اس روحانی ونورانی زمرہ میں خودکوشامل کرنے کے سزاوار بن سکتے ہیں اوریہی مبارکبادی ہماری طرف سے پورے عالم اورخصوصاًعالم اسلام کے لئے ہے۔

☆☆☆

قربانی کی حکمت ومشروعیت

مولانا عزیز احمد مدنی
استاد المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ
اوکھلا، نئی دہلی

اسلامی شریعت میں صرف دو عیدیں معتبر ہیں ایک عید الفطر جو ماہ رمضان کے صوم کی تکمیل کے بعد بطور شکرانہ رب ذوالجلال منائی جاتی ہے۔جس کی جانب اشارہ وحکم اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ "وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰئكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ "(البقرہ:۱۸۵) میں دیا ہے اور دوسری عید عید الاضحیٰ ہے۔ جسے عید قرباں بھی کہا جاتا ہے۔ یہ عید اسلامی عربی سال کے بارہویں مہینہ کی دسویں تاریخ کو پوری دنیا میں بڑے تزک واحتشام اور اہتمام سے منائی جاتی ہے۔ اس دن اور اس کے مابعد تین دن تک تقرب الٰہی، حصول ثواب اور رضاء الٰہی کی خاطر بہیمۃ الانعام میں سے جن جانور کا ذبیحہ اللہ جل شانہ کی جناب میں اسوۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں پیش کیا جاتا ہے۔اسے عربی زبان میں "اضحیۃ" اور ہماری مادری اردو زبان میں قربانی کہا جاتا ہے۔

یہ قربانی حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہما السلام دونوں باپ بیٹے کی ایک زندہ وجاوید اور بے مثال یادگار ہے۔ایسا یادگار اور حیران کن لمحہ دنیائے انسانیت نے کبھی نہ دیکھا ہوگا۔اللہ جل شانہ کو ان دونوں فرمانبردار باپ بیٹے کی صبر وطاعت سے بھرپور ادا اس قدر بھائی کہ رہتی دنیا تک کے لئے اسے سنت بنا دیا اور "وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ "(سورہ صافات:۱۰۷) کے ذریعہ اس سنت اور یادگار کو ہمیشہ کے لئے تابندہ اور محفوظ کردیا۔اس واقعہ کی مختصر وبلیغ داستان وحکایت سورہ صافات کی آیت نمبر ۹۹ سے ۱۰۶ میں مذکور ہے۔

یہ سنت ابراہیمی امت محمدیہ میں بھی مشروع ہے اور ہر سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور طریقہ کے مطابق یہ سنت ادا کی جاتی ہے۔ بلکہ اسلامی شریعت میں اسے ایک اسلامی شعار قرار دیا گیا ہے اور جانوروں کی قربانی کا یہ سلسلہ تا قیامت اس امت میں جاری رہے گا۔ان شاء اللہ

قربانی کی مشروعیت اور حکم: یہ اضحیہ اور جانوروں کی قربانی شرعا مشروع ہے۔اس کی مشروعیت کتاب وسنت سے ثابت ہے اور متعدد اہل علم جیسے ابن قدامہ، ابن دقیق العید، ابن حجر اور شوکانی وغیرہ رحمہم اللہ نے اس کی مشروعیت پر اجماع نقل کیا ہے۔ یہ قربانی ایک عبادت ہے۔ اس کے اسلامی شعار ہونے اور ہر سال اس کا اہتمام کرنے پر علماء اسلام کا اتفاق ہے۔البتہ اس کے حکم، وجوب اور سنت مؤکدہ ہونے پر علماء وفقہاء کی دورائیں ہیں۔اہل علم کی ایک جماعت نصوص کتاب وسنت کے صیغ واسلوب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے بموجب اس کے وجوب کا قائل ہے۔جبکہ دیگر اہل علم اسے سنت مؤکدہ کہتے ہیں اور صیغۂ وجوب کو تاکیدی حکم پر محمول کرتے ہیں۔تاہم وسعت کے باوجود قربانی نہ کرنے کو غیر درست، غلط ونامناسب قرار دیتے ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ "من كان له سعة ولم يضح فلا يقربن مصلانا "جو شخص استطاعت کے باوجود قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔(رواہ ابن ماجہ حدیث ۳۱۲۳، حسنہ الالبانیؒ فی صحیح ابن ماجہ برقم ۲۵۴۹، وصححہ فی صحیح الجامع برقم ۶۴۹۰)

قربانی فضیلت واهمیت: قربانی کی فضیلت اور اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہجرت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں دس سال قیام کیا اور ہر سال برابر قربانی کرتے رہے۔انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ضحى رسول الله صلى الله عليه وسلم بكبشين املحين اقرنين موجوئين،ذبحهما بيده وسمى وكبر، ووضع رجله على صفاحهما "(صحیح البخاری حدیث ۵۵۶۵ ومسلم ۱۹۶۶، وصححہ الالبانیؒ فی صحیح الترمذی برقم ۱۴۹۴) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگ دار، املح چتی دار اور خصی کئے ہوئے دو مینڈھوں کی قربانی کی۔یہی نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف اپنے اور اپنے اہل عیال کی طرف سے قربانی کرتے بلکہ امت مسلمہ کے ان افراد کی طرف سے بھی قربانی دیتے جو قربانی کی سکت نہ رکھتے جیسا کہ ابن ماجہ کی روایت کے یہ الفاظ ہیں"عن ابى هريرة: ضحى رسول الله صلى الله عليه وسلم بكبشين اقرنين املحين احدهما عنه وعن اهل بيته والآخر عنه وعمن لم يضح من امته "(ابن ماجہ رقم ۳۱۲۲، وحسن الالبانیؒ اسنادہ فی ارواء الغلیل ۴/۳۵۳) اسی طرح ایک روایت سے واضح ہوتا ہے کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سو اونٹ کی قربانی کی۔ان میں سے ۳۰ اونٹ آپ نے خود نحر کئے باقی اونٹ علی رضی اللہ عنہ نے ذبح کئے۔(رواہ احمد فی مسندہ، واسنادہ ضعیف)

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعا روایت ہے۔ بیان کرتی ہیں کہ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو کوئی عمل نیک اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کا خون

بہانے سے بڑھ کر محبوب و پسندیدہ نہیں، اور بروز قیامت قربانی کرنے والا اپنے جانور کے بال، سینگ اور کھر کو لے کر آئے گا۔ نیز قربانی کا خون بہانے سے قبل اللہ تعالیٰ کے نزدیک شرف قبولیت حاصل کر لیتا ہے۔ لہٰذا تم خوش دلی سے قربانی کیا کرو (رواہ الترمذی برقم ۱۴۹۳، وابن ماجہ برقم ۳۱۲۶ والحدیث ضعیف اسنادہ)

قربانی اللہ کے شعائر میں سے ایک ہے جس کی تعظیم واجب و ضروری ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے، وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ (الحج:۳۲) اس آیت میں قربانی کے جانوروں کو شعائر اللہ کہا گیا ہے۔ اور ان کی تعظیم کا مطلب ان کا استحسان اور استسمان ہے یعنی عمدہ، فربہ جانور قربان کرنا، اس تعظیم کو دل کا تقویٰ قرار دیا گیا ہے۔ یعنی یہ دل کے ان افعال سے ہیں جن کی بنیاد تقویٰ ہے۔

قربانی اعمال حج میں سے افضل عمل ہے۔ حدیث کے الفاظ ہیں **سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ای الحج افضل قال العج والثج** (رواہ الترمذی برقم: ۸۲۷ صحیح) یعنی ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون سا حج افضل ہے تو آپ نے فرمایا العج یعنی تلبیہ پکارتے وقت آواز بلند کرنا "والثج" یعنی قربانی کے جانور کا خون بہانا۔ یہ حدیث قربانی کی عظمت و اہمیت پر دال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کو اعمال حج میں افضل عمل قرار دیا۔

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یہ قربانی کیا ہے۔ فرمایا: تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ہمارے لئے اس میں کیا اجر و ثواب ہے۔ فرمایا: ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی ملے گی۔ صحابہ نے عرض کیا صوف یعنی اون کے بارے میں کیا فرماتے ہیں، فرمایا: بھیڑ کے ہر اون کے بدلے ایک نیکی ملے گی۔ (حدیث کی روایت امام احمد، ابن ماجہ اور حاکم نے کی ہے اور حاکم نے صحیح الاسناد کہا ہے۔)

نوٹ: صاحب تحفۃ الاحوذی، ابن العربی المالکی کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے عارضۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی میں رقم کیا ہے کہ قربانی کی فضیلت میں کوئی صحیح حدیث نہیں "**لیس فی فضل الاضحیۃ حدیث صحیح**" صاحب تحفہ کہتے ہیں **قلت: الامر کما قال ابن العربی** (تحفۃ الاحوذی ۳۵۳/۲) مذکورہ احادیث میں بعض ضعیف ہیں البتہ بعض احادیث کی تحسین علماء محققین نے کی ہے۔ تاہم قربانی کا دن یوم النحر اور ایام التشریق انتہائی اہم اور قابل رشک ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **ان اعظم الایام یوم النحر ثم یوم القر** (رواہ ابوداؤد رقم: ۱۷۶۳) **وقال: وایام التشریق ایام اکل وشرب وذکر للہ تعالیٰ** (صحیح مسلم برقم ۱۱۴۱)

قربانی کی حکمت ومقاصد: قربانی کا مقصد صرف گوشت سے لطف اندوز ہونا، تلذذ حاصل کرنا، خون بہانا نہیں ہے بلکہ اس کے ماوراء شریعت کے کچھ مقاصد اور عظیم حکمتیں ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (الحج:۳۷) "اللہ تعالیٰ کو قربانیوں کے گوشت نہیں پہنچتے نہ ان کے خون بلکہ اسے تو تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔" یعنی تمہاری نیت اور دل کے ارادے اس تک پہنچتے ہیں اور اسی پر ثواب مرحمت فرماتا ہے۔

یہ قربانی خلوص نیت اور تسلیم و رضا کی لازوال داستان ہے۔ جس میں قدرت نے بے شمار حکمتیں پوشیدہ کر رکھی ہیں علماء اسلام نے اپنے انداز میں اسے بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ ذیل کے سطور میں چند باتیں درج کی جاتی ہیں۔

۱- ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی سنت کا احیاء کرنا اور ان کی یادگار قائم و دائم رکھنا۔ جبکہ انھوں نے اپنے لخت جگر اسماعیل علیہ السلام کو قربان کرنے کا خواب دیکھا، انبیاء کا خواب حق و برحق ہوتا ہے۔ اس خواب کی تعمیل کی، اللہ رب العالمین نے قرآن کریم میں باپ بیٹے کے واقعہ کی حکایت بیان فرمائی ہے کہ ان دونوں نے کس طرح صبر و رضا کا پیکر بن کر امر الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور اللہ کی آزمائش میں سرخرو و کامیاب نکلے۔

اس واقعہ میں پوری دنیائے انسانیت کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ حکم الہی کی بجا آوری اور صبر و طاعت میں ہی دنیوی واخروی کامیابی کا راز مضمر ہے اور ابتلاء وآزمائش میں اسی کے ذریعہ ہی کامیابی نصیب ہوسکتی ہے۔ اس لئے صبر و رضا کا دامن کبھی بھی ہاتھ سے نہیں چھوٹنا چاہیے۔ اور آیت قرآنی "قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ" (الممتحنۃ:۴) میں اللہ تعالی نے اسی جانب رہنمائی فرمائی ہے۔

۲- قربانی توحید باری کی انفرادیت کے ساتھ تحقق عبدیت اور تواضع وانکساری وعاجزی کا مظہر ہے۔ بندہ رب کی بارگاہ میں جانور قربان کرتے وقت کلمات ربانی "قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ج وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ" (الانعام:۱۶۳) کا ورد اپنی زبان سے کرتا ہے اور دل و دماغ سے اپنی مکمل عبودیت کا اظہار واعتراف کرتا ہے۔ یہی ایک سچے مسلمان سے مطلوب و مقصود ہے۔

۳- قربانی کے ایام میں اللہ کے لئے اور اس کے نام سے جانور ذبح کرنے اور خون بہانے میں ارشاد الٰہی "وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ" (النحل:۵) کی حقانیت نمایاں ہوتی ہے کہ خالق کائنات نے بہیمۃ الانعام کو انسان کی منفعت کے لئے پیدا کیا ہے اور اس کی افزائش کی ہے۔ اس کے ذبح

نحر کی اجازت فرما کراس کے لئے ذریعہ معاش اوررزق کا سامان مہیا فرمایا ہے۔کاش بنی آدم ان مصالح ربانی پر فکر وتدبر سے کام لیتا اور اس سے استفادہ کرتا اور شکرانۂ رب ادا کرتا۔

۴-قربانی انسان کی اپنی ذات اوراس کے اہل وعیال کے لئے وسعت رزق کا ایک وسیلہ ہے۔ پڑوسیوں کی تکریم، مہمانوں کی ضیافت وتکریم، غرباء ومساکین کی دلجوئی کا ایک ذریعہ ہے۔اللہ تعالی نے بندے کو جونعمت عطا کی ہے۔اس قربانی کے ذریعہ تحدیث نعمت کے طور پر مسرت وانبساط کا اظہار کرتا ہے۔وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ (الضحیٰ:۱۱)

۵-حیات زندگانی کی نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کرنا: اللہ تعالی نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے جس کا احصاء نہیں کیا جاسکتا۔وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا (ابراہیم:۳۴) بقاء حیات کی نعمت، ایمان واسلام کی نعمت، صحت وخوشحالی اور فارغ البالی کی نعمت، سمع وبصر اور سلامت اعضاء کی نعمت وغیرہ جو منعم باری کے شکر کو مستوجب ہیں۔یہ قربانی بھی شکرانۂ رب کی صورتوں میں سے ایک نوع ہے۔ بندہ امرالہی فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ (الکوثر:۲) کے بموجب قربانی کا خون بہا کر رب دوجہاں سے تقرب کا خواہاں ہوتا ہے اوراس کی بخشندہ توفیق پر شکر بجالاتا ہے۔

قربانی کا پیغام: قربانی ہمیں یہ سبق اور پیغام دیتی ہے کہ ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کے عظیم یادگار کو ہمیشہ پیش نظر رکھا جائے اور یہ کہ یہ دونوں بزرگ شخصیتیں جس طرح اللہ کے حکم پر اس کی طاعت کی بجا آوری میں سب سے محبوب ترین چیز کی قربانی پیش کرنے کے لئے تیار رہیں ہمیں بھی احکام الہی پر عمل پیرا ہونے، اس کی طاعت برآری میں اپنی جان ومال اور وقت کی قربانی دینے کے لئے ہمیشہ تیار رہنا چاہیے۔

قربانی کی اصل روح یہ ہے کہ مسلمان اللہ کی محبت میں اپنی تمام نفسانی خواہشات کو قربان کردے۔لہٰذا ہمیں اللہ کی مرضی کے مطابق زندگی گذارنے کی ہرممکن کوشش کرنی چاہیے اور قربانی کی اصل روح اور اسپرٹ اپنے اندر پیدا کرنی چاہیے۔

ابراہیم علیہ السلام کی زندگی میں یہی ایک یادگار واقعہ نہیں، بلکہ ان کی پوری حیات ابتلا وآزمائش اور صبر وطاعت سے عبارت ہے۔انہوں نے امرالہی اور رضاء الہی کی خاطر جان ومال کی قربانی دی، اعزہ واقارب کو خیر باد کہا، ملک ووطن چھوڑا، علم توحید بلند کرنے اور توحید الہی کی حقانیت واشگاف وواضح کرنے کے لئے شعلۂ نار نمرود کی پرواہ نہ کی۔یہ سب کچھ اللہ کی طاعت اوراس کی رضاجوئی کی خاطر کیا۔آج سنت ابراہیمی کی یہ اہم یادگار اس بات کی متقاضی ہے کہ ہمارے اندر بھی یہی جذبہ موجزن ہو کہ ہم بھی اللہ کے ہرحکم کی تعمیل کے لئے اپنا سر تسلیم خم کردیں اور نہایت خوش دلی سے طاعت الہی کو انجام دیں اور صبر وعزیمت سے کام لیں۔

قربانی اخلاص اورحسن نیت عمل کا پیغام دیتی ہے کیونکہ کسی بھی عبادت کی صحت ودرستگی اور قبولیت خلوص نیت اور موافقت سنت پر موقوف ہے قربانی میں بھی یہ شرط بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔ ریا ونمود اور سستی شہرت کی قربانی بارگاہ الہی میں مقبول نہیں۔ اسی طرح سنت کے خلاف کیا گیا ذبیحہ یا قربانی بھی غیر مقبول ہوسکتا ہے۔یہ قربانی ہمیں سبق دیتی ہے کہ تقویٰ وللّٰہیت سے سرشار ہوکر قربانی کی جائے کیونکہ للّٰہیت پر مبنی عمل ہی مقبول ومنظور ہوگا۔اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ (المائدہ:۲۷) لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَآؤُھَا وَ لٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ ...(الآیۃ) میں یہی رہنمائی ہے۔یہی اصول تمام عبادات کے لئے ہیں۔لہٰذا ریا ونمود سے پرے ہوکر ہر اعمال صالحہ کو انجام دینا چاہیے۔

قربانی ہمیں یہ بھی سبق دیتی ہے کہ قربانی کا جانور مال حلال سے ہو۔کیونکہ قربانی ایک عبادت ہے۔حرام مال سے خریدا اور ذبح کیا گیا جانور مقبول نہیں اسی طرح اللہ کی راہ میں اور حصول ثواب کی خاطر خرچ کیا گیا مال، مالِ حلال ہو۔ارشاد ربانی ہے: یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ وَاشْکُرُوْا لِلّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْن (البقرہ:۱۷۲) اور نبی علیہ السلام کا فرمان ہے۔ یاایھا الناس ان اللہ طیب لا یقبل الا طیبا (مسلم رقم ۲۳۴۶) نیز فرمایا: لاتقبل صلاۃ بغیر طھور ولاصدقۃ من غلول (صحیح الجامع رقم ۷۳۸۴) صلاۃ بلا طہارت مقبول نہیں اور خیانت کے مال کا صدقہ بھی مقبول نہیں۔

قربانی ہمیں یہ بھی سبق دیتی ہے کہ دیگر اعمال کی طرح قربانی بھی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہو۔یعنی قربانی صحیح ودرست ہونے کے لئے جانور کا شریعت کے مقرر کردہ عمر اور مواصفات کا حامل ہونا چاہیے۔عیب دار جانور کی قربانی شریعت مطہرہ میں معتبر نہیں۔اسی طرح شریعت کے بتائے ہوئے طریقہ اور وقت کے مطابق قربانی کی جائے۔کیونکہ قربانی بھی ایک اہم عبادت ہے۔اسی طرح جملہ عبادات کی صحت وقبولیت سنت سے موافقت پر موقوف ہے۔لہٰذا جملہ اعمال صالحہ وعبادات میں حسن وخلوص کے ساتھ اتباع سنت وموافقت سنت کو ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے تاکہ ہماری عبادت اور محنت رائیگاں نہ جائے اور اللہ جل شانہ کی جناب میں قبولیت پاسکے۔

☆☆☆

عیدالاضحی - احکام و مسائل

ابوعدنان سعید الرحمٰن بن نورالعین سنابلی

عیدقرباں اولوالعزم من الرسل ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے فرزند ارجمند سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی یاد ہے جسے اللہ تعالیٰ نے باپ اور بیٹے کی ادا سے خوش ہوکر رہتی دنیا تک کے لئے مشروع قرار دیا ہے۔ ہم سبھی اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بڑی منتوں، سماجتوں اور دعاؤں کے بعد ابراہیم علیہ السلام کو پیرانہ سالی میں اسماعیل علیہ السلام کی شکل میں ایک بیٹا عطا کیا لیکن ایام طفولیت میں ہی ''في واد غیر ذی زرع'' میں رکھنے کا حکم ہوا اور جب بچہ اس عمر کو پہنچا کہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہوسکے، اپنی مسکراہٹوں سے ماں باپ کا دل موہ سکے، ان کے لئے باعث سکون ہوسکے تو اللہ تعالیٰ نے پیہم کئی راتوں میں خواب دکھایا کہ باپ اپنے بیٹے کو اپنے ہاتھ سے ذبح کررہا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام جیسے جلیل القدر اور برگزیدہ رسول نے رب تعالیٰ کا مقصود سمجھا اور بیٹے کے سامنے رب تعالیٰ کی منشا ومراد کو رکھا اور قرآن کی زبانی ابراہیم علیہ السلام گویا ہوئے: ''اِنِّيٓ اَرٰی فِي الْمَنَامِ اَنِّيٓ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَـرٰی''(الصافات:۱۰۲) یعنی میں خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ میں اپنے ہاتھوں سے تمہیں ذبح کررہا ہوں تو غور کرلو کہ اس سلسلے میں تمہاری رائے کیا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کی خواہش جاننی چاہی، ادھر بیٹے نے باپ کی زبان سے ان کلمات کے جاری ہونے سے قبل عرض پرداز ہوا: ''یٰـاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ''(الصافات:۱۰۲) کہ ابوجان! جس چیز کا آپ کو حکم دیا جارہا ہے آپ اس کام کو کرگزریئے، آپ اللہ کی مدد سے مجھے صبر وشکر کرنے والا پائیں گے۔

بہرحال، پھر چشم فلک نے وہ نظارہ دیکھا کہ جس سے زمین کانپ اٹھی، آسمان لرز اٹھا، کائنات کا ذرہ ذرہ سہم گیا کہ کس طرح ایک باپ خوشنودیٔ ربانی کے حصول کے لئے اپنے لخت کی قربانی کے لئے آمادہ ہوا۔ اللہ کا مقصود بچے کی جان لینی تو تھی نہیں، بس ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش مقصود تھی کہ آیا یہ میرا بندہ بیٹا پاکر میری نعمتوں، میرے احسانات اور میری اطاعت سے غافل تو نہیں ہوگیا لیکن ابراہیم علیہ السلام اس ابتلاء وآزمائش میں کامیابی سے ہمکنار ہوئے اور باپ بیٹے کی یہ ادا رب تعالیٰ کے یہاں اس قدر پسند کی گئی کہ پھر اللہ تعالیٰ نے رہتی دنیا تک کے لئے اسے مشروع قرار دیا۔

یقینی طور پر عیدقرباں ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کی یادگار ہے جو ہر سال منائی جاتی ہے لیکن اس کا مقصود صرف یہ نہیں ہے کہ ہم قربانی کے موقع پر ایک جانور کی قربانی پیش کریں اور اسے مختلف طرح سے بنا کر استعمال کریں بلکہ قربانی کے تہوار کا پیغام یہ ہے کہ ہر انسان ہمہ وقت اپنے ذہن میں یہ بات رکھے کہ اس کے پاس جو کچھ ہے، یہ اللہ رب العزت کا دیا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ جب چاہے اسے لے سکتا ہے۔ نیز انسان اپنے دل سے اس بات کے لئے آمادہ رہے کہ جب بھی اللہ کی راہ میں اس کی جان و مال کی ضرورت پڑے گی، وہ اسے بلاخوف وخطر قربان کردے گا جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام اپنے سب سے محبوب بیٹے کی قربانی کے لئے آمادہ ہوئے تھے۔ یہی جذبہ نفس ہے جو قربانی کا مقصود ومطلوب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَ لٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُم ''(الحج:۳۷) یعنی اللہ تعالیٰ کے حضور جانوروں کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ تمہارے دلوں کی پرہیزگاری پہنچتی ہے۔

اخلاص وللّٰہیت سے سرشار ہوکر اگر کوئی انسان جانوروں کی قربانی پیش کرتا ہے تو پھر گویا وہ زبان حال سے کہہ رہا ہوتا ہے: ''اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُکِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (سورہ الانعام:۱۶۲)'' بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو سارے جہان کا مالک ہے۔'' اگر یہ جذبہ ہمارے دل میں ہے اور یہ کیفیت پیدا ہوجاتی ہے تو ہمیں پھر ہماری قربانیاں مبارک ہو اور ہم اس کے ثواب اور فضائل سے بھی محظوظ ہوں گے ورنہ ریاکاری، دکھاوا، اظہار تونگری اور شیخی بازی وغیرہ جیسی چیزیں ہماری عبادتوں میں جس دن گھر کر آئی، وہ ہماری عبادتوں کے لئے زہر ہلاہل ہیں۔ نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''من صلى يرائي فقد اشرك، من صام يرائي فقد اشرك، من تصدق يرائي فقد اشرك'' یعنی جس نے دکھاوے کے لئے نماز پڑھی، روزہ رکھا یا صدقہ کیا، اس نے شرک کیا۔ لہذا ہمیں ریاکاری اور عبادتوں کے ذریعہ شہرت و نمود کے حصول سے گریز کرنا چاہئے۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق بخشے۔

چند دنوں بعد ہمارے درمیان عیدقرباں آنے والی ہے۔ ذی الحجہ کے دس مبارک ایام ہم پر سایہ فگن ہونے والے ہیں اور سنت ابراہیمی سے سرشار ہوکر ساری دنیا کے مسلمان اس تہوار کو منانے والے ہیں۔ اس لئے قارئین کے حضور قربانی کے تعلق سے چند سطور پیش خدمت ہیں۔ اس امید پر عمل کے جذبہ سے کہ شاید ہمارے لئے یہ سطور کسی بھی طرح سے مفید ومعاون ہو اور اس کی روشنی میں ہم قربانی کی

تیاریاں کرسکیں۔

قربانی کی فضیلت: قربانی، ابراہیم اوراسماعیل علیہما السلام کی ایک عظیم سنت ہے۔جس کواللہ تعالیٰ نے رہتی دنیا تک کے لئے جاری وساری رکھا ہے، تاکہ انسانیت ابراہیم علیہ السلام اوران کے فرزندِ ارجمند اسماعیل علیہ السلام سے سبق سیکھیں اور اللہ کی خاطر فدائیت کا جذبہ موجزن رہے۔اس کی فضیلت کے لئے یہی کافی ہے کہ یہ اسلامی شعائر میں سے ہے جس کی انجام دہی پر اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتا ہے اورشعائر الٰہی کے تعلق سے قرآن مجید کا بیان ہے :"**ومن یعظم شعائر الله فان ذلک من تقوی القلوب**" یعنی اللہ کے شعائر کی تعظیم وتوقیر اور پاس ولحاظ رکھنا دلوں کے تقویٰ کا حصہ ہے۔

نیز اللہ کے لئے قربانی کرنا، جانوروں کو ذبح کرنا اوراس کے ذریعہ سے الٰہی قربت کو حاصل کرنے کی کوشش کرنا افضل ترین عبادتوں میں سے ہے اور قربانی میں ہم اللہ تعالیٰ کے لئے جانوروں کو ذبح کرتے ہیں لہذا اس بات سے بھی قربانی کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ یہ اللہ کی نظر میں ایک محترم عبادت ہے اور انسان اس کو انجام دے کر رب تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرسکتا ہے۔

قربانی کے تعلق سے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اپنے نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے:"**فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَر**" (**سورۃ الکوثر/۲**) یعنی آپ اپنے رب کے لئے نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے۔

مفسرین نے اس آیت کے ضمن میں لکھا ہے کہ اس آیت کریمہ میں "**فَصَلِّ لِرَبِّکَ**" سے مراد تمام فرض نمازیں ہیں اور "**وَانْحَر**" سے مراد قربانی کرنا ہے۔(ملاحظہ ہو:تفسیر قرطبی ۲/۲۱۸)

اس عمل کی فضیلت کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو اس عمل پر آپ نے ہمیشہ مداومت و مواظبت برتی اور آپ سے ثابت نہیں ہے کہ کسی سال آپ نے قربانی ترک کیا ہو۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:"**أقام رسول الله صلی الله علیه وسلم بالمدینة عشر سنین یضحی کل سنة**" یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں دس سال تک قیام کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال قربانی کرتے رہے۔(مسند احمد/۹۴۵۵، سنن ترمذی/۱۵۰۷، اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے حسن قرار دیا ہے،لیکن اس کی سند میں حجاج بن أرطاۃ نامی ایک راوی مدلس ہے جس کی وجہ سے شیخ البانی رحمہ اللہ اور دوسرے محققین علمائے کرام نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ عمل بے حد مبارک ہے، اس لئے آپ بلاناغہ ہر سال اس کو انجام دیتے رہے۔انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چتکبرے مینڈھوں کی قربانی کی، انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آپ نے اپنا قدم ان کی گردنوں پر رکھا اور"**بسم الله ، الله اکبر**" کہہ کر ان دونوں کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کیا۔(صحیح بخاری ومسلم)

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگوں والے ایک مینڈھے کی قربانی کا حکم دیا، جس کا پیٹ، پہلو اور آنکھوں کے قریب کا حصہ کالا تھا۔اللہ کے رسول نے کہا عائشہ! چھری لاؤ اور اس کو تیز کرو۔چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔اس کے بعد آپ نے چھری اور مینڈھا لیا اور یہ دعا پڑھی:"**بسم الله ، اللهم تقبل من محمد و آل محمد، و من أمة محمد**" اور اس کو ذبح کردیا۔(صحیح مسلم)

ان تمام حقائق کے باوجود ہمیں ایک بات یاد رکھنی چاہئے کہ اس باب میں بہت سی واہیات روایتیں منقول ہیں جیسا کہ قربانی کرنے والے کو قربانی کے جانور کے جسم پر موجود بالوں کے برابر ثواب حاصل ہوگا، اسی طرح سے دوسری روایت بیان کی جاتی ہے کہ اپنے قربانی کے جانوروں کو موٹا کرو کیونکہ قیامت کے دن پل صراط پر یہ تمہارے لئے سواری ہوں گے وغیرہ، یہ اور اس طرح کی جتنی روایتیں قربانی کی فضیلت میں بیان کی جاتی ہے سب مخدوش ہیں اور محدثین کے صحت کے پیمانے پر کھری نہیں اترتی ہیں۔اس تعلق سے ابن العربی رحمہ اللہ کا عارضۃ الأحوذی میں قول بہت ہی معروف ہے:"**لیس فی فضل الأضحیة حدیث صحیح وقد روی الناس فیها عجائب لم تصح**" یعنی قربانی کی فضیلت کے تعلق سے کوئی حدیث ثابت نہیں ہے اور لوگوں نے اس باب میں بہت ساری عجیب وغریب باتیں نقل کی ہیں جو کہ درست نہیں ہیں۔(۶/۲۸۸)

اس سلسلے میں خطباء حضرات حد درجہ تساہل برتتے ہیں اور وہ اپنے خطبوں میں رطب ویابس ہر طرح کی حدیثیں بیان کردیتے ہیں جو کہ بہرحال محدثین کے طریقے کے خلاف ہے اور اس تعلق سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی متواتر حدیث بہت ہی سخت ہے:"**من حدث عنی حدیثا وهو یری أنه کذب فهو أحد الکاذبین**" یعنی جس نے مجھ سے کوئی حدیث بیان کی جس کے تعلق سے اسے خیال ہو کہ وہ جھوٹ ہے تو وہ دو جھوٹوں میں سے ایک ہے۔(اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں علی رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے ذکر کیا ہے۔)

قربانی کے تعلق سے ہماری کوتاہی اور اسلاف کرام کا کمالِ اہتمام: ہمارے معاشرہ میں دوسری عبادتوں کی طرح لوگ قربانی کی انجام دہی میں بھی حد درجہ سستی اور کاہلی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ان پر ہر طرح کی نوازشیں کی ہیں، وہ خوشحال زندگی گزارتے ہیں، بڑی بڑی عمارتوں میں رہتے ہیں اور مال واسباب کی فراوانی ہے پھر انہیں قربانی کی توفیق حاصل نہیں

ہوتی، میں ان حضرات کی بات نہیں کر رہا ہے جو کہ روشن خیالی کے نام پر یا غیر مسلموں کے پروپیگنڈوں کے شکار ہوکر اسلامی احکامات میں کیڑے نکالتے ہیں کیونکہ ان کے گمراہ ہونے میں کسی کو تامل ہو ہی نہیں سکتا بلکہ میری بات ان لوگوں کے تعلق سے ہے جو قربانی کی فرضیت کو تسلیم کرتے ہیں، دیگر اسلامی احکامات کی بسر وچشم انجام دہی کرتے ہیں لیکن قربانی میں سستی وکاہلی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔اس کے اسباب کچھ بھی ہوں، چاہے وہ سوچیں کہ ہم دکانوں سے گوشت خرید لیں گے، گھروں میں قربانی کرنے سے عجیب طرح کا تعفن ہوتا ہے یا پھر دوسرے اعذار، یہ سبھی باتیں ایک سچا پکا مسلمان نہیں کرسکتا ہے کیونکہ یہ اسلام کی اسپرٹ کے خلاف ہے۔ایک مسلمان تو ہمیشہ رب تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کے لئے کوشاں رہتا ہے اور اس کے لئے ممکنہ وسائل کو بروئے کار لاتا ہے اور کسی بھی عبادت کو کمتر سمجھنے کی غلطی نہیں کرتا ہے۔قربانی کے تعلق سے جب ہم اسلاف کرام کا طرز عمل دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ قربانی کے جانوروں کو خریدنے کے لئے مال اکٹھا کرتے تھے اور قربانی سے بہت پہلے قربانی کے جانوروں کو خرید کر اس کی دیکھ بھال کرتے، اس کا حددرجہ خیال رکھتے اور اسے فربہ کیا کرتے تھے۔چنانچہ ابوامامہ بن سہل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: **كنا نسمن الأضحية بالمدينة وكان المسلمون يسمنون** یعنی ہم مدینہ میں قربانی کے جانور کو فربہ کیا کرتے تھے اور دیگر مسلمان بھی اپنے قربانی کے جانوروں کو فربہ کیا کرتے تھے۔(اس روایت کو امام بخاری نے اپنی صحیح (۵۲۳۱) میں تعلیقا بصیغۂ جزم روایت کیا ہے۔)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے آیت کریمہ "**ومن يعظم شعائر الله**" کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس سے مقصود قربانی کے جانوروں کی تعظیم، ان کا اہتمام اور انہیں فربہ کرنا ہے۔

قربانی کا حکم: قربانی کے حکم کے تعلق سے علماء کرام کے دو اقوال ہیں۔پہلا قول یہ ہے کہ قربانی سنت موکدہ ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ صاحبِ استطاعت کے حق میں قربانی واجب ہے اور یہی آخرالذکر قول راجح ہے۔اس وجہ سے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ اس پر مواظبت برتی ہے اور کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے مشروع کئے جانے کے بعد، اسے کبھی چھوڑا ہو۔

اسی طرح سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "**من كان له سعة، ولم يضح، فلايقربن مصلانا**" یعنی جس کے پاس طاقت اور وسعت ہو، اس کے بعد بھی وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب ہرگز نہ آئے۔(سنن ابن ماجہ/۳۱۲۳، اس کی سند حسن ہے۔ملاحظہ ہو: تخریج مشکلۃ الفقر/۱۰۲)

اس حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے استطاعت کے باوجود قربانی نہ کرنے والے سے متعلق کہا ہے کہ ایسے انسان کو چاہئے کہ وہ عیدگاہ نہ آئے، اسی سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے استشہاد کیا ہے کہ قربانی واجب ہے اور یہ دینِ اسلام کے شعائر میں سے عظیم شعار ہے۔

نیز مخنف بن سلیم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان عرفہ میں ارشاد فرمایا: "**يا أيها الناس، ان على كل أهل بيت في كل عام أضحية و عتيرة**" یعنی اے لوگو! ہر گھر والوں پر ہر سال قربانی اور عتیرہ ضروری ہے۔(سنن ابوداود/۲۷۸۸، سنن ترمذی (۱۵۱۸)، سنن نسائی/۴۲۲۴، سنن ابن ماجہ/۳۱۲۵، ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری ۹/۵۹۷، شعیب ارناؤوط نے جامع الأصول (۱۹۷۶) میں قوی قرار دیا ہے اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے مشکوٰۃ کی دوسری تخریج (۱۴۷۸) میں اسے حسن قرار دیا ہے۔)

عتیرہ ہمارا موضوع گفتگو نہیں ہے لیکن اسے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا مروی حدیث کے ذریعہ منسوخ کردیا گیا ہے جس میں ہے: "**لافرع ولاعتيرة**" یعنی اسلام میں فرعہ اور عتیرہ ضروری نہیں ہے۔(صحیح بخاری/۵۴۷۳، صحیح مسلم/۱۹۷۶)

لیکن عتیرہ کی فرضیت کے منسوخ ہونے سے قربانی کی فرضیت پر کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کیونکہ دونوں احکام کے درمیان کوئی لزوم نہیں ہے کہ ایک کے کسی حکم کے بدل جانے سے دوسرے کا حکم بھی بدل جائے۔

قربانی کی وجوبیت اس حدیث سے بھی ثابت ہوتی ہے جسے جندب بن سفیان بجلی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ میں قربانی کے دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: "**من ذبح قبل أن يصلي فليعد مكانها أخرى، و من لم يذبح فليذبح**" یعنی اگر کوئی دوگانۂ عید سے پہلے قربانی کردے تو اس کی جگہ دوسرا جانور ذبح کرے اور اگر کوئی ذبح نہ کرسکا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ بعد نماز عید ذبح کرے۔(صحیح بخاری/۵۵۶۲، صحیح مسلم/۱۹۶۰)

اس روایت سے بظاہر پتہ چلتا ہے کہ قربانی کرنا واجب ہے خصوصا اس صورت میں کہ اس میں دوبارہ قربانی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔(السیل الجرار للشوکانی ۴/۷۴)

قربانی کو جن علمائے کرام نے مستحب یا مسنون کہا ہے، ان کی دلیلوں کا شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مجموع الفتاویٰ (۲۳/۱۶۲-۱۶۳) میں جائزہ لیا ہے اور ان سے استدلال کو غیر مناسب قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ وجوب کی بات ہی زیادہ راجح ہے۔

لہٰذا، ایک خوشحال اور صاحبِ استطاعت مسلمان کو چاہئے کہ وہ اس عظیم عبادت کو انجام دینے میں کسی طرح کا تساہل نہ برتے، بلکہ اس عظیم عبادت کو انجام دے کر سنتِ ابراہیمی کو زندہ رکھنے میں اپنا اہم کردار نبھائے۔

یہی موقف امام ابوحنیفہ، اوزاعی، لیث بن سعد مصری، ابن تیمیہ رحمہم اللہ اور بہت سارے محقق علمائے کرام کا ہے۔(ملاحظہ ہو: بدایۃ المجتہد لابن رشد المالکی ۴۲۹/۱، المحلی لابن حزم الظاہری ۳۵۵/۷، المغنی لابن قدامۃ الحنبلی ۶۱۷/۸، المجموع للنووی ۳۸۵/۸، فتح الباری لابن حجر العسقلانی ۳/۱۰، شرح فتح القدیر لقاضی زادہ ۵۱۹/۹، سبل السلام للصنعانی (۱۷۸/۴)

قربانی کے جانوروں کے اوصاف: قربانی کا جانور کیسا ہو؟ کیا شریعت نے اس تعلق سے کوئی رہنمائی فرمائی ہے۔ اس تعلق سے جب ہم قرآن و احادیث کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمارے سامنے چند ایسے اصول مترشح ہوکر آتے ہیں جن کا قربانی کے جانوروں میں پایا جانا ضروری ہے۔ ایسے ہی چند اصولوں کو درج ذیل سطور میں ذکر کرنے کی کوشش کی جارہی ہے تاکہ جانوروں کے انتخاب میں ہم ان آداب کو ملحوظ رکھیں۔

(۱) جانور کے لئے بہیمۃ الأنعام (پالتو جانوروں) میں سے ہونا ضروری ہے یعنی اونٹ، بکری اور بھیڑ اور ان کے نر جانوروں کی قربانی کی جاسکتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:" **ولکل أمة جعلنا منسکا لیذکروا اسم اللہ علی ما رزقهم من بهیمة الأنعام** " (سورة الحج/۳۴) یعنی تمام امتوں کے لئے ہم نے قربانی کے طریقے متعین فرمادیئے ہیں، تاکہ وہ ان چوپائے جانوروں پر اللہ کا نام لیں، جوکہ اللہ نے ان کو دے رکھے ہیں۔

اس تعلق سے ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:" وہ جانور جو قربانی کے لئے مشروع ہیں، وہ آٹھ ہیں، بکرا، بکری، بھیڑ (نر و مادہ) اور اونٹ واونٹنی، آخر الذکر جانوروں کی سات سات آدمیوں کی طرف سے قربانی دی جاسکتی ہے۔

(۲) قربانی کے جانوروں کا مسنہ یعنی دانتا ہوا ہونا ضروری ہے، سوائے بھیڑ کے بچے کے۔ کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:" **لا تذبحوا الا مسنة ، الا أن یعسر علیکم فاذبحوا جذعة من الضأن**" یعنی تم لوگ دانتے جانوروں کی ہی قربانی کیا کرو، الا یہ کہ تمہیں دانتا جانور نہ ملے تو ایسی صورت میں بھیڑ کا بچہ (جذعہ) ذبح کرسکتے ہو۔ (صحیح مسلم/۱۹۶۳)

اس حدیث کی رو سے بکرا بکری، اونٹ اونٹنی کا دودانتا ہونا ضروری ہے۔ ہاں بھیڑ کے بارے میں شریعت نے رخصت دی ہے کہ انسان اس کے جذعے کی بھی قربانی کرسکتا ہے، گرچہ وہ اس عمر میں دو دانت والا نہیں ہوتا ہے۔

جذعہ کس کو کہتے ہیں؟ اس تعلق سے علماءِ کرام کا شدید اختلاف ہے۔ چنانچہ مالکیہ نے کہا ہے کہ "جذع " کا اطلاق اس پر ہوگا، جوکہ ایک سال کر چکا ہو اور دوسرے سال میں داخل ہو، مالکیہ کے نزدیک بھیڑوں میں "ثنی" وہ ہے، جس کے دو سال مکمل ہوگئے ہوں۔ یہی قول شوافع کا بھی ہے۔ (ملاحظہ ہو: الذخیرة ۱۵۴/۴، شرح الخرشی ۳۳/۳-۳۴، الحاوی ۷۷/۱۵، کفایة الأخبار، ص/۵۲۹)

جبکہ حنابلہ اور احناف کا کہنا یہ ہے کہ بھیڑوں میں سے" جذع" وہ ہے جس کے چھ ماہ پورے ہوگئے ہوں اور ساتویں میں داخل ہوا ہو۔ (ملاحظہ ہو: المغنی لابن قدامہ ۴۴۰/۹، منار السبیل ۲۷۲/۱، بدائع الصناع للکاسانی ۲۰۶/۴، تبیین الحقائق ۷/۶)

دراصل "جذعہ" کی تفسیر میں یہ اختلاف کا سبب اس لفظ کی توضیح کے تعلق سے اہل لغت کا اختلاف ہے۔ چنانچہ مشہور لغوی ازہری کہتے ہیں کہ "جذع" آٹھ یا نو ماہ کا ہوتا ہے۔ (تاج العروس ۵۸/۱۱)

امام جوہری کے بقول:"جذع" "ثنی" سے پہلے ہوتا ہے، اس کی جمع" جذعان "اور "جذاع " ہے۔" جذع" اس جانور کو کہتے ہیں، جس کے دانت نہ نکلے ہوں اور نہ ہی گرے ہوں۔ بھیڑ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ چھ یا نو ماہ میں" جذعه "بنتا ہے اور اس کی قربانی جائز ہے. (الصحاح ۱۱۹۴/۳)

لہٰذا، بہتر قول یہی ہے کہ کہا جائے کہ بھیڑوں کا "جذعہ" اسے کہیں گے، جوکہ ایک سال مکمل کر چکا ہو اور دوسرے سال میں قدم رکھ چکا ہو اور اس صورت میں اس دنبے کی قربانی جائز ہے، کیونکہ اکثر اہلِ لغت نے "جذعه " کی جو عمر تحدید کی ہے، وہ چھ ماہ سے زائد اور ایک سال کے قریب بتائے ہیں۔ واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

جہاں تک دوسرے جانوروں کی عمر کی تحدید کا مسئلہ ہے تو اس سلسلے میں راجح ترین موقف یہ ہے کہ وہ مسنہ ہوجائیں، چاہے یہ جس عمر میں بھی ہو۔ البتہ فقہاء نے جانوروں کی عمروں کی تحدید کرنے کی کوشش کی ہے۔

اونٹ کے تعلق سے احناف، مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کا اتفاق ہے کہ یہ جانور پانچ سال مکمل کرنے کے بعد مسنہ ہوتا ہے، لہذا، قربانی میں اسی اونٹ کو ذبح کیا جاسکتا ہے، جس کی عمر پانچ یا پانچ سے زائد ہو، اس سے کم عمر کے اونٹ کی قربانی شرعاً جائز نہیں ہوگی۔

ابن عثیمین رحمہ اللہ اپنی کتاب "أحکام الأضحية" میں لکھتے ہیں کہ دانتا ہوا اونٹ اس کو کہیں گے، جوکہ پانچ سال کا ہوگیا ہو، دانتی ہوئی بکری جوکم از کم ایک سال کی ہو اور بھیڑ کا جذعہ اس دنبے کو کہیں گے جو چھ مہینوں کا ہو۔ لہٰذا، اونٹ، بکری اور بھیڑ کے تعلق سے جو عمر بیان کی گئی، اس سے کم عمر جانوروں کی قربانی جائز نہیں ہے۔

لیکن راجح ترین موقف یہی ہے کہ قربانی کے صحیح ہونے کے لئے، جانوروں کی عمر معیار نہیں ہے، بلکہ ان کا دانتا ہونا معیار ہے، اسی بات کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حدیث میں ذکر کیا ہے اور اس کو اختیار کرنے کی صورت میں تمام فقہاء کی اختلاف سے بچ بھی جائیں گے۔

(۳) عیب دار جانوروں کی قربانی جائز نہیں ہے: قربانی ایک اہم عبادت اور

اسلام کا ایک عظیم شعار ہے۔ جس سے ایک مسلمان ربِ تعالیٰ سے قربت حاصل کرتا ہے۔ لہٰذا، مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ قربانی کے جانوروں کے اختیار میں بہتری اور عمدگی کو ملحوظ رکھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ''طیب'' (اچھا) ہے اور اچھی چیزوں کو ہی پسند فرماتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قربانی کے جانوروں کا حددرجہ خیال رکھا کرتے تھے اور اسے موٹا، فربہ اور اچھا بنانے کا جتن کیا کرتے تھے۔

ایک مسلمان کو چاہئے کہ وہ ان جانوروں کی قربانی کرنے سے بالکلیہ احتراز کرے، جو کہ عیب دار ہوں۔ کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے جانوروں کی قربانی سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''چار قسم کے جانوروں کی قربانی جائز نہیں ہے۔ پہلا وہ کانا جانور، جس کا کانا پن عیاں ہو، دوسرا ایسا بیمار، جس کی بیماری ظاہر ہو، تیسرا ایسا لنگڑا، جس کا لنگڑا پن واضح ہو اور ایسا کمزور و لاغر جانور، جس کی ہڈیوں میں گودا نہ ہو''۔ (سنن ابوداود/۲۸۰۲)

نیز علی رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں وارد ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے جانوروں کی آنکھوں اور کانوں کو اچھی طرح سے دیکھنے کی تاکید فرمائی ہے اور کانے جانوروں، نیز ان جانوروں کی قربانی کرنے سے جن کے کان اگلی طرف سے کٹا ہو یا جن کے کان گول کٹے ہوں یا دراز چرے ہوئے ہوں، کی قربانی کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (سنن ابوداود/، سنن ترمذی/)

علی رضی اللہ عنہ سے ایک دوسری حدیث میں مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کٹے کان اور ٹوٹے سینگ والے جانور کی قربانی کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (سنن ابوداود/)

اسی طرح سے خارش زدہ اور تھن کٹے ہوئے جانور کی قربانی بھی درست نہیں ہے، اس وجہ سے کہ حدیث میں ابومسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اونٹوں میں، ایسے جانوروں کی قربانی نہ کیا کرو جو کہ کانا، کمزور لاغر ہو، خارش زدہ ہو یا پھر اس کا تھن کٹا ہوا ہو''۔ اس حدیث کو امام ہیثمی نے مجمع الزوائد (۲۲/۴) میں '' **المعجم الأوسط للطبرانی** '' کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند میں علی بن عاصم بن صہیب نامی ایک راوی ہیں، جن میں کمزوری ہے اور ان کی توثیق بھی کی گئی ہے۔

قربانی کے جانوروں کو ذبح کرنے کے آداب

(۱) عید کی نماز کے بعد ہی جانوروں کو ذبح کیا جاسکتا ہے۔

چنانچہ ابوبردہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبے میں فرماتے ہوئے سنا: ''آج کے دن ہم نماز سے شروعات کرتے ہیں اور اس کے بعد قربانی کرتے ہیں۔ اب اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ ہماری سنت کی رعایت کرتا ہے، لیکن کوئی شخص نماز سے پہلے ہی قربانی کرتا ہے تو وہ اپنے گھر والوں کے لئے عام گوشت تیار کرتا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان باتوں کو سن کر ابوبردہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے نماز پڑھنے سے پہلے ہی قربانی کا جانور ذبح کردیا ہے اور میرے پاس جذعہ ہے، جو کہ مسنہ سے بہتر ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس کے بدلے، اس کو ہی ذبح کرو اور ہاں، تمہارے بعد کسی کے لئے، اس کی قربانی، جائز نہیں ہوگی۔ (متفق علیہ)

نیز ایک دوسری حدیث میں مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز قرباں پڑھ کر نکلے تو گوشت دیکھا، جسے نماز سے پہلے ہی ذبح کردیا گیا تھا تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے نمازِ عید پڑھنے سے پہلے قربانی کا جانور ذبح کردیا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اس کی جگہ دوسرا جانور ذبح کرے''۔ (بخاری و مسلم)

(۲) جانور کو ذبح کرنے سے پہلے چھری کو خوب تیز کرلینا چاہئے، نیز چھری کو جانور کی نظروں سے اوجھل ہو کر تیز کرنا چاہئے۔

☆ جانور کو ذبح کرتے وقت یہ خیال رکھنا چاہئے کہ اسے جس چھری سے ذبح کیا جائے، وہ تیز ہو، کیونکہ اس سے جانور کو جلد از جلد ذبح کی اذیت سے نجات مل جاتی ہے، لیکن اگر چھری کند ہوتی ہے تو اذیت میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان مندی کو لازم قرار دیا ہے۔ لہٰذا، جب تم کسی چیز کو قتل کرو تو اچھی طرح سے قتل کرو اور جب تم کسی چیز کو ذبح کرو تو اچھی طرح سے ذبح کرو۔ ہر ایک شخص کو چاہئے کہ وہ اپنی چھری کو تیز کرلے اور جانور کو آرام پہنچائے''۔ (صحیح مسلم)

یہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول بھی تھا۔ چنانچہ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کا جانور ذبح کرنے کا ارادہ فرمایا۔ آپ نے مائی عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: '' **هلمي المدية ، واشحذيها بحجر** ''یعنی چھری لاؤ اور اس کو پتھر پر تیز کردو۔ (صحیح مسلم)

☆ اگر انسان چھری تیز کررہا ہے تو اسے اس امر کا خیال رکھنا چاہئے کہ وہ اسے جانور کے سامنے ہی تیز نہ کرے۔ کیونکہ اس سے جانور کو تکلیف ہوتی ہے اور وہ خوف زدہ ہوجاتا ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک ایسے شخص سے ہوا، جو کہ بکری کو لٹائے ہوئے تھا اور اس کی گردن پر پاؤں رکھ کر چھری تیز کررہا تھا۔ ادھر بکری ٹکٹکی باندھے یہ سب دیکھ رہی تھی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کیا تم اس کو کئی بار مارنا چاہتے ہو؟ تم نے لٹانے سے پہلے ہی اپنی چھری کو تیز کیوں نہ کرلیا؟''۔ (سنن بیہقی ۹/۲۸۰، **المعجم الکبیر لطبرانی ۱۱/۳۳۳**)

عاصم بن عبیداللہ بن عاصم بن عمر بن خطاب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنی بکری کو ذبح کرنے کے مقصد سے پکڑے ہوئے تھے اور اپنی چھری کو تیز کررہا تھا۔ جب عمر رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا تو اسے کوڑے سے مارا اور کہا: کیا تو اس کی روح کو تکلیف دے رہا ہے، تو نے اس کو پکڑنے سے پہلے ہی چھری کیوں نہ تیز

کر لی۔(سنن بیہقی ۹/۲۸۰-۲۸۱)

قربانی کے ایام: قربانی کے چار ایام ہیں یعنی ۱۳/تاریخ تک جائز اور مشروع ہے۔ یہ قول امام شافعی، امام اوزاعی، اور امام حسن بصری رحمہم اللہ کا ہے، نیز یہی قول علی بن ابی طالب، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی منقول ہے۔(تفسیر قرطبی ۱۴/۳۶۸)

عید کے چار دن مشروع ہونے کے دلائل:

☆اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے:"وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ "(سورة الحج/28) یعنی

وجہ استدلال: اس آیت کریمہ میں جمع قلت کی صفت جمع کے صیغہ کے ساتھ ہے اور بلاغت کا قاعدہ ہے کہ جب جمع قلت کی صفت جمع کے صیغہ کے ساتھ ہو تو وہاں جمع قلت کا ابتدائی درجہ یعنی تین عدد مراد نہیں ہوا کرتا بلکہ تین سے زائد عدد مراد ہوا کرتے ہیں اور وہ زائد خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مطابق چار دن ہیں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ"ایام معلومات" یعنی معلوم دن یوم نحر کے بعد تین دن ہیں۔(تفسیر ابن کثیر ۱/۲۴۵)

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:"اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عید کے دن کے علاوہ قربانی کے چار دن ہیں"۔(تفسیر ابن کثیر ۱/۲۴۵)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ معلوم دنوں سے مراد عید کے دن کے بعد تین دن ہیں۔(فتح الباری ۲/۲۶۶)

☆ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا ہے:"وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقٰى"(سورة البقرة/203)

وجہ استدلال: تمام علمائے مفسرین کا اتفاق ہے کہ اس آیت کریمہ میں مذکور"ایام معدودات" یعنی گنتی کے دنوں سے مراد دوسری آیت میں موجود"ایام معلومات" یعنی معلوم دن ہیں، جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ۱/۲۴۵)

☆ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:" تشریق کے سبھی دنوں میں قربانی جائز ہے"۔ (سنن دار قطنی /4756، 4758، شیخ شعیب ارناؤط نے اسے صحیح لغیرہ قرار دیا ہے اور اسے امام احمد نے اپنی مسند/16751 اور 16752 میں بھی روایت کیا ہے، البتہ یہ سند منقطع ہے لیکن امام دار قطنی نے اسے موصولا روایت کیا ہے۔)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سبھی ایام تشریق میں قربانی جائز ہے۔اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایام تشریق کا اطلاق کتنے دنوں پر ہوتا ہے تو اس تعلق سے جب ہم علمائے لغت، مفسرین، محدثین اور فقہائے کرام کے اقوال کو دیکھتے ہیں تو یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ ایام تشریق کا اطلاق ذی الحجہ کی دسویں تاریخ سے بارہویں تاریخ پر ہوتا ہے۔ پیش ہے اس سلسلے میں بعض اہل لغت اور مشہور علمائے امت کے اقوال:

لغت کی مشہور کتاب"لسان العرب" میں ایام تشریق کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عید کے دن کے بعد تین دنوں پر ایام تشریق کا اطلاق ہوتا ہے۔

جوہری نے صحاح میں لکھا ہے کہ ایام تشریق کا اطلاق عید اور اس کے بعد تین دنوں پر ہوتا ہے۔

منجد میں لکھا ہے کہ ایام تشریق سے مقصود عید اور اس کے بعد تین دن ہیں۔

مشہور مفسر قرآن کریم امام فخر الدین رازی اپنی مایہ ناز تفسیر"التفسیر الکبیر"(۵/۲۲۱) میں لکھتے ہیں کہ ایام تشریق عید اور اس کے بعد تین دنوں کو کہتے ہیں۔

رشید رضا مصری کہتے ہیں کہ ایام تشریق کا اطلاق گیارہویں ذی الحجہ سے تیرہویں ذی الحجہ کی تاریخوں پر ہوتا ہے۔(المنار ۲/۲۲۱)

امام قرطبی کے بقول: ایام تشریق سے مراد یوم نحر کے بعد کے تین دن ہیں۔(تفسیر قرطبی ۲/۱)

یہ رہے قربانی کے کچھ اہم مسائل جن کے تعلق سے اکثر معاشرے میں کوتاہیاں یا غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں۔ اس مختصر مضمون میں قربانی کے کچھ گوشوں کو واضح کرنے کی کوشش بھر کی گئی ہے، مسائل کے استیعاب کا ہرگز ارادہ نہیں تھا بلکہ ان مسائل کو موضوع بحث بنایا گیا ہے جن میں یا تو اختلاف ہے یا جس کے تعلق سے ہم کوتاہیوں کے شکار ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ بارالہا! تو ان سطور کو ہمارے لئے مشعل بنا اور ہمیں ان پر عمل کرنے کی توفیق ارزانی فرما۔ آمین یارب العالمین۔

☆☆☆

مکتبہ ترجمان کی
نصابی کتابیں

چمن اسلام قاعدہ	30/-
چمن اسلام اول	24/-
چمن اسلام دوم	30/-
چمن اسلام سوم	30/-
چمن اسلام چہارم	34/-
چمن اسلام پنجم	40/-
چمن اسلام مکمل سیٹ	188/-

مولانا اسعد اعظمی/جامعہ سلفیہ، بنارس

نواب صدیق حسن خاں کا سفر حج

مشاہدات اور دروس و عبر

نواب صدیق حسن خاں (۱۲۴۸-۱۳۰۷ھ) ایک عبقری شخصیت کے مالک تھے، آپ نے اپنے پیچھے ایک بیش بہا علمی ذخیرہ چھوڑا ہے جس سے خلق کثیر مستفید ہورہی ہے۔ آپ نے اپنی زندگی میں ایک حج ۱۲۸۵ھ میں کیا۔ واپسی کے بعد آپ نے "رحلة الصديق إلى البيت العتيق" کے نام سے ایک کتاب عربی زبان میں لکھی جس میں حج وعمرہ اور حرمین شریفین سے متعلق اکثر علمی وفقہی مسائل درج کیے۔ کتاب کے آخر میں چند صفحات میں سفر کی روداد بھی ثبت کی ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی خودنوشت سوانح حیات "إبقاء المنن بإلقاء المحن" میں بھی سفر حج کا مختصر بیان ہے، توحید وعقائد پر آپ کے مختصر رسالہ "إخلاد الفؤاد إلى توحيد رب العباد" (توحید کی فطری دعوت) میں کچھ ان بدعات وخرافات کا تذکرہ ہے جن کا آپ نے اس سفر میں مشاہدہ کیا۔ اس پورے سفر میں آپ نے مطالعہ کتب اور نقل کتب کا سلسلہ جاری رکھا اور موقع بموقع اہل علم سے استفادہ کرتے اور ان سے سند حدیث حاصل کرتے رہے۔ سطور ذیل میں نواب صاحب کے سفر حج کی کچھ تفاصیل درج کی جارہی ہیں تاکہ ہم طلبہ علم کو عبرت وموعظت حاصل ہو اور نامور علمی شخصیات کے معمولات ومشغولیات کے مطالعہ سے پند ونصیحت کا سامان میسر ہو۔

آغاز سفر:- نواب صاحب نے "رحلة الصديق....." میں لکھا ہے کہ مجھے خواب میں کئی بار ایسا نظر آیا کہ میں سمندری سفر طے کرتے ہوئے مکہ مکرمہ پہنچا، وہاں کی گلیوں میں چکر لگایا، مسجد حرام کی زیارت کی، مدینہ منورہ کی زیارت سے بھی بہرہ ور ہوا، اس خواب کے بعد حج بیت اللہ اور زیارت حرمین شریفین کا اشتیاق بڑھ گیا اور انھوں نے سفر حج کی تیاری شروع کردی۔

آپ اس سفر میں تنہا نکلے تھے، اس وقت آپ ریاست بھوپال میں علمی خدمت انجام دے رہے تھے، آپ نے رئیسہ بھوپال سے حج کے لیے رخصت طلب کی اور بتاریخ ۲۷/شعبان ۱۲۸۵ھ = ۱۸۶۸ء بروز سوموار بعد نماز ظہر بھوپال سے روانہ ہوئے، آٹھ روز کے بعد بمبئی جانے والی ٹرین پر سوار ہونے کے لیے متعلقہ اسٹیشن پہنچے، ایک دن اور ایک رات ٹرین کا سفر کرکے بمبئی پہنچے۔ وہاں سفر کی کارروائیوں کے بعد ۹/رمضان ۱۲۸۵ھ "فتح سلطان" نامی بحری جہاز سے منزل مقصود کی طرف روانہ ہوئے۔ بحری سفر اس وقت خاص طور سے انتہائی دشوار گزار ہوتا تھا۔ مسافروں کو متعدد بیماریوں کا سامنا کرنا پڑتا۔ گرمی، سردی، طوفان، بارش، ناموافق ہوائیں اور ڈھیر سارے مسائل درپیش ہوتے۔

اس سفر میں چند دنوں کے بعد ہواؤں کے بالکل ٹھہر جانے کی وجہ سے جہاز رک گیا اور تین دن تک موقوف رہا، لوگ سخت اذیت سے دوچار تھے، شدید گرمی کا زمانہ تھا۔ عازمین حج "لا إله إلا أنت سبحانك إني كنت من الظالمين" اور دوسرے اذکار وادعیہ کا ورد کرتے رہے تا آں کہ تین دن کے بعد جہاز حرکت میں آیا۔ جہاز میں تقریباً تین سولوگ سوار تھے۔ وضوء اور غسل وغیرہ کے لیے سمندر کا کھارا پانی استعمال کرنا ہوتا۔ صرف پینے کا پانی جہاز والوں کی طرف سے دیا جاتا۔ نواب صاحب تین دن تک سمندری مرض اور بخار وغیرہ میں مبتلا رہے اور شدت مرض کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے۔ شفایابی کے بعد دوبارہ روزہ رکھنا شروع کیا۔ ۱۷/رمضان کو جہاز عدن پہنچا۔ پھر دس دن کے بعد ۲۶/رمضان کو حدیدہ میں داخل ہوا۔ جہاز سے اتر کر یہاں تقریباً ۱۲/دن قیام کا موقع ملا۔ آپ قاضی شیخ حسین بن محسن انصاری یمانی اور شیخ زین العابدین کے مہمان بنے اور ہر طرح کی تعظیم وتکریم سے نوازے گئے۔

دوران سفر علمی مشاغل:-نواب صاحب نے لکھا ہے کہ "اس سفر میں بھی آتے جاتے اور اقامت کے وقت مطالعہ ونقل کتب کا شغل جاری رکھا۔ روانگی کے وقت جہاز میں "صارم منکی" (الصارم المنكي على نحر ابن السبكي، حافظ ابن قدامہ مقدسی کی تالیف) اپنے ہاتھ سے لکھی۔ پھر حدیدہ پہنچ کر جب اٹھارہ دن ("رحلة الصديق" میں حدیدہ میں قیام کی مدت ۱۲/روز ذکر کی ہے اور ابقاء المنن میں ۱۸/روز۔ اس تفاوت کی وجہ یہ ہے کہ حدیدہ سے جدہ کے لیے سوار ہونے کے بعد موسم کی خرابی کی وجہ سے جہاز تین دن ٹھہرا رہا۔ یہ تین دن اور نزول ورکوب وغیرہ کے ایام ملا کر ۱۸/دن اور انھیں ملائے بغیر ۱۲/دن ذکر کیے گئے ہیں۔) قیام ہوا تو سید محمد اسماعیل امیر وغیرہ کے بیس پچیس رسائل اپنے ہاتھ سے نقل کیے..." (إبقاء المنن بإلقاء المحن للنواب صديق حسن خان، تسہیل: مولانا محمد خالد سیف، ناشر: نواب صدیق حسن قنوجی اسلامک اکیڈمی لکھنؤ، ۱۴۲۵ھ = ۲۰۰۴ء، ص:۱۲۳۔)

رحلۃ الصدیق میں لکھتے ہیں کہ "میں یہاں ۱۲/دن ٹھہرا، اس دوران میں کتب

حدیث کے مطالعہ میں لگا رہتا، اور جس قدر ہوسکا اپنے ہاتھ سے کتابیں نقل کیں۔ طلب علم میں کثرت اشتغال کی وجہ سے صرف پنج وقتہ نمازوں کے لیے مسجد کا رخ کرتا.....‘‘(رحلة الصديق إلى البيت العتيق، للنواب صديق حسن خــان، تصحیح وتعلیق:عبدالحکیم شرف الدین، دارابن القیم، دمام، ۱۴۰۶ھ=۱۹۸۵ء، ص:۱۶۸۔)

حدیدہ میں قیام کے دوران آپ نے اپنی کتاب ’’الحطة في ذكر الصحاح الستة‘‘ وہاں کے علماء کی خدمت میں ہدیۃً پیش کیں۔ اہل علم نے آپ کی کوششوں کو سراہا اور دعائیں دیں۔ شیخ علی بن عبداللہ شارح بخاری نے بوقت ملاقات آپ سے فرمایا:’’وجود مثلكم في هذا الزمان من نعم الله تعالى لو كانوا يعقلون‘‘’’اس زمانہ میں آپ جیسے عالم کا وجود اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے، کاش لوگ یہ بات سمجھتے۔

حدیدہ سے آپ نے درج ذیل کتابیں بھی خریدیں:

(۱) اقتضاء الصراط المستقيم لمخالفة أصحاب الجحيم لابن تيمية

(۲) إرشاد الفحول إلى تحقيق الحق من علم الأصول للشوكاني

(۳) نيل الأوطار شرح منتقى الأخبار، أيضا للشوكاني

(۴) فتح القدير في فني الرواية والدراية من التفسير للشوكاني

اس کے علاوہ کچھ دیگر کتابیں بھی لیں۔ کچھ مشائخ سے سند اجازہ بھی حاصل کی۔

دوبارہ جہاز میں سوار ہونے کے بعد جب جہاز تین دن تک ہوا کے ناموافق ہونے کی وجہ سے ٹھہرا رہا تو ان تین دنوں میں جہاز میں موجود شیخ حسین حسام سے علمی مسائل پر تبادلہ خیال کرتے رہے۔

الغرض یہاں قیام کے اوقات ولمحات سے آپ نے بھرپور علمی فائدہ اٹھایا اور اپنے وقت کو مفید سے مفید تر بنانے میں لگے رہے۔ آپ لکھتے ہیں:

’’ولم أضيع زمن ركوبي البحر عبثا‘‘ (رحلة الصديق، ص:۱۶۸)

ایک جگہ لکھا:

’’ولم آل جهدا في هذه الحركة وأيام البركة من تحصيل العلم النافع والخير الجاري.‘‘(ایضا، ص:۱۷۰۔)

نماز عید:- حدیدہ میں قیام کے دوران جب ہندوستانی حجاج کا ۲۸/واں روزہ تھا یمن میں عید کے چاند کی اطلاع ملی، اس خبر سے ہندستانی حجاج سخت تعجب میں تھے۔ پھر ان کو بتلایا گیا کہ آج یہاں ۲۹/واں روزہ تھا۔ عبدالرحمن شافعی نامی امام وخطیب کی امامت میں نماز عید ادا کی گئی، حاضرین کی تعداد نواب صاحب نے دو ہزار کے قریب ذکر کی ہے۔ نماز کھلے میدان میں ادا کی گئی تھی۔ حاکم شہر احمد پاشا ترکی بھی عیدگاہ میں تشریف فرما تھے۔

حدیدہ سے جدہ:- ۱۰/شوال کو آپ کا جہاز حدیدہ سے جدہ کے لیے روانہ ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد طوفان کے آثار نظر آنے لگے، ناموافق حالات کی وجہ سے جہاز تین دن ساکت کھڑا رہا۔ حدیدہ سے جدہ کی مسافت جوان دنوں بحری جہاز سے ایک ہفتہ میں طے ہوتی تھی، ایک ماہ میں طے ہوئی۔ ۹/ذی قعدہ کو جہاز جدہ کے ساحل پر لگا۔

غیر اللہ سے استغاثہ :- ماضی بعید اور ماضی قریب کے بعض مشائخ طریقت کے بارے میں قارئین نے پڑھا اور سنا ہوگا کہ ان کے مریدین بڑی مصیبت کے وقت، یہاں تک کہ جب ان کی کشتی یا جہاز طوفان میں گھر جاتا اور غرق وہلاکت کا شدید خطرہ ہوتا تو وہ اپنے پیروں اور ولیوں کو مدد کے لیے پکارتے۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہ پیر اور ولی ہزار ہا میل دور کی اپنے مریدوں کی پکار سن کر ان کی مدد کو بھی آتے اور انھیں مصیبت سے نجات دلاتے۔(نعوذ بالله من هذا الهراء) (اس نوعیت کی مثالوں کے لیے ملاحظہ ہو راقم کا رسالہ:’’تصور شیخ‘‘)

اب نواب صاحب کی زبانی یہ واقعہ پڑھیے:

’’سفر حج میں جب جہاز میرا متزلزل وحالت خوفناک میں ہوا میں نے اپنے کان سے ناخدا مردود خدا کو سنا کہ وہ عیدروس سے استغاثہ ودعا کرتا تھا، مجھے ڈر ہوا کہ کہیں یہ جہاز ڈوب نہ جاوے اس لیے کہ اللہ نے مشرکین سے نقل کیا ہے کہ وہ دریا میں وقت مسّ ضر کے نرے اللہ ہی کو پکارتے تھے اور پھر خشکی میں آکر شرک کرنے لگتے تھے، ان جھوٹے مسلمانوں نے ان کے بھی کان کترے کہ عین دریا میں ایسے تہلکے کے وقت عیدروس محيي النفوس کہہ کر نداودعا کرنے لگے۔ یہ واقعہ ۱۲۸۵ھ کا ہے۔﴿وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ﴾ (توحید کی فطری دعوت(اخلاد الفؤاد إلى توحيد رب العباد) للنواب صديق حسن خــان، تخریج وتعلیق:مولانا ضیاء الحسن سلفی، مکتبۃ الفہیم مئو، ط۱، ۲۰۰۷ء، ص:۲۱۔)

’’رحلة الصديق‘‘ میں بھی کچھ مزید تفصیل کے ساتھ یہ بات ذکر کی گئی ہے۔ (ملاحظہ ہو، ص:۱۷۱۔)

جدہ سے مکہ :- جدہ میں جہاز سے اترنے کے بعد نواب صاحب نے آرام کی غرض سے تین دن وہاں قیام کیا۔ وہاں آپ نے ٹیکس وصول کرنے والے ترکیوں کو دیکھا جو ظالمانہ طور سے عازمین سے ٹیکس وصول کرتے اور ان کو تنگ کرتے تھے۔ واضح رہے کہ اس وقت حرمین شریفین سمیت پورا علاقہ ترکی سلطنت کے تابع تھا۔ ۱۲/ذی القعدہ بدھ کے دن بعد نماز مغرب اپنے معلم سید ابوبکر کی رہنمائی اور

معیت میں جدہ سے مکہ کے لیے نکلے، اپنا سامان اونٹوں پر رکھوایا، تقریباً ۲۴/گھنٹہ سے زیادہ اس سفر میں گزارنے کے بعد دوسرے روز نصف شب میں مکہ معظّمہ پہنچے۔ سامان وغیرہ اونٹ والوں ہی کے پاس چھوڑ کر سیدھے حرم شریف پہنچے اور ارکان عمرہ ادا کیے، رات کا بقیہ حصہ حرم ہی میں دعا واذکار کرتے گزارا، فجر کی نماز شافعی امام کے پیچھے اول وقت میں ادا کی پھر قیام گاہ کو واپس ہوئے۔

اعمال حج:-عمرہ کے اعمال سے فارغ ہونے کے بعد نواب صاحب حج سے پہلے ہی مدینہ منورہ جانا چاہتے تھے، لیکن تاخیر سے مکہ پہنچنے کی وجہ سے اب مدینہ جانے والا کوئی قافلہ نہ مل سکا جس کے ساتھ کوچ کر سکیں۔ اس لیے حج کے انتظار میں بقیہ ایام مکہ مکرمہ ہی میں گزارے اور اس موقع کو علمی استفادہ کے لیے غنیمت جانا، نواب صاحب لکھتے ہیں:

"ولم نترك الاشتغال بالعلم في هذه الفرصة القليلة –أعني أواخر ذي القعدة– بل حصلنا فيها بعض الكتب والفوائد." (رحلة الصديق ص:۱۷۳۔)

۲۹/ذی قعدہ کی شام مکہ میں ذی الحجہ کا چاند نظر آیا۔ سنت کے مطابق ۸/ذی الحجہ کو آپ نے حج کا احرام باندھا۔ مکہ سے منی پیدل تشریف لے گئے، منی سے عرفہ سواری سے گئے۔ ان مقامات میں بھی آپ کا علمی مشغلہ جاری رہا۔ نواب صاحب خود لکھتے ہیں:

"ومن غاية الشغف بعلوم السنة لم أترك كتابة العلم بعرفة ومنى في أيام إقامتها، لكن في غير أوقات المناسك" (ایضا)

سفر مدینہ: ۱۳/ذی الحجہ کو منی سے مکہ کو واپسی ہوئی۔ پھر مدینہ جانے والے قافلے کی تلاش شروع ہوئی۔ تقریباً دو ماہ کے بعد ۱۵/صفر کو یہ سفر شروع ہوا۔ اس وقت یہ مسافت بذریعہ اونٹ تقریباً ۱۲/دن میں طے ہوتی تھی، لیکن اونٹ والوں کی شرارت کی وجہ سے بیس دن سے زیادہ لگ گیے۔ یہ بیان "رحلة الصديق" کا ہے۔ جب کہ "إبقاء المنن" میں ان ایام وتواریخ میں کافی فرق ہے۔ لکھتے ہیں:

"حج کے بعد ماہ ذی الحجہ ہی میں مدینہ منورہ کا قصد کیا۔ اس جگہ بھی بمشکل ایک ماہ میں پہنچنا ہوا، راستہ کے خطرات کی وجہ سے کسی دوسرے قافلے کے انتظار میں اٹھارہ دن تک بئر عسفان کے اردگرد پڑا رہا..." (ابقاء المنن، ص:۱۳۲۔)

آگے کی تاریخوں کو سامنے رکھتے ہوئے رحلۃ الصدیق والی تاریخ (یعنی وسط صفر میں مدینہ کا سفر) زیادہ درست معلوم ہوتی ہے۔ مدینہ منورہ میں آپ کا قیام ایک ہفتہ رہا۔ اس اثنا میں مسجد نبوی کی زیارت، نبی کریم ﷺ اور شیخین کی قبروں کی زیارت کے علاوہ بقیع، مسجد قباء، شہدائے احد اور دیگر مقامات کی زیارت کی۔ مدینہ میں قیام کے دوران ابن الحاج کی کتاب "المدخل" خریدی۔

مدینہ میں بدعات ومنکرات:-نواب صاحب نے مدینہ منورہ اور بالخصوص مسجد نبوی اور قبر نبوی کے پاس بہت سی بدعات ومحدثات کا مشاہدہ کیا جس سے آپ کو سخت اذیت پہنچی۔ "اخلاد الفؤاد" میں اس کا نقشہ آپ نے ان الفاظ میں کھینچا ہے:

"حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کو دیکھو کہ وہاں کیا کیا منکرات وبدعات ہوتے ہیں۔ کوئی رخسار خاک سے ملتا ہے، کوئی خضوع کے لیے سجود ورکوع کرتا ہے، کسی نے مرقد مبارک کو عیدگاہ بنا رکھا ہے، کسی نے وہاں قبول دعا کا اعتقاد کر رکھا ہے، حالانکہ حدیث میں اس کے فاعل پر بالخصوص لعنت وزجر ووعید شدید آئی ہے۔ یہ کام اس مقام میں کچھ نرے عوام وجہال ہی نہیں کرتے ہیں بلکہ مدعیان علم وفضل بھی بجا لاتے ہیں، کوئی اپنا قصیدہ لے جا کر پڑھتا ہے اور نوید قبولیت کی لے کر آتا ہے، کوئی وہاں دعا والتجا کرتا ہے، کوئی بڑے بڑے لمبے الفاظ صلاۃ وسلام کے پڑھتا ہے۔ وهذا مما لا يخفى ولا ينكر وأعظم من أن يذكر.

میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ گرد قبر شریف کے عورتوں کا ہجوم تھا۔ وہ سب حجاج سے سائلات تھیں، جس جگہ بقیع میں جانا ہوا وہاں بھی ایک جھنڈ عورتوں کا موجود پایا۔ قبر کی زیارت اس لیے مسنون وماثور ہے کہ دنیا سے جی اٹھے، آخرت یاد آئے، وہاں جوان جوان نوخیز ابکار (دوشیزائیں) وثیبات (بیاہی عورتوں) کا ہجوم ہوتا ہے، اکثر حجاج تنہا جاتے ہیں، اپنے اہل سے بعید العہد ہوتے ہیں، ان کو دیکھ کر وسوسہ جی میں آتا ہے، دنیا سے دل کا سرد ہونا کجا شہوت سے جوش فسق کا پیدا ہوتا ہے، عیاذًا بالله.

درون خانۂ چشم تو مرد ماں ہستند   کہ درمیانِ حرم می زنند قافلہ را

یہی حال نزدیک قبر حمزہ (رضی اللہ عنہ) کے دیکھا، اسی قسم کے منکرات قبا میں پائے، يعجز القلم عن بيانه على التفصيل ولو لم يذكر منه إلا القليل.

وليس يصح في الأذهان شيء
إذا احتاج النهار إلى دليل

یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں کے دل میں محبت دنیا کی غالب ہے اور وہ جب حج وعمرہ کو جاتے ہیں تو اس تقریب سے حرمین شریفین زادہما شرفهما کا ٹھاٹھ دیکھ کر اور بھی زیادہ یاد آخرت واختیار تقات سے دور جا پڑتے ہیں اور محبت دنیا وحطام دنیا میں مستغرق ہو جاتے ہیں۔ یہ حج ان کے حق میں گویا اتمام حجت الٰہی ہوتا ہے۔ بھلا جس جگہ کوئی عابد اور طالب آخرت سامان قیاصرہ واکاسرہ کا ملاحظہ کرے گا بدون توفیق خدا وغلبۂ حب آخرت کے وہ کون شخص ہے جس کو لغزش قدم کی نہ ہوگی۔" (اخلاد الفؤاد (توحید کی فطری دعوت)، ص:۱۸-۱۹۔)

مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کو واپسی:- مدینہ میں ایک ہفتہ قیام کے بعد آپ نے مکہ مکرمہ کی طرف واپسی کی اور عمرہ کا احرام باندھ کر وہاں سے نکلے۔ ۱۲/روز کے بعد

نصف شب میں مکہ پہنچے۔ رات ہی میں عمرہ کے ارکان ادا کر لیے۔ اس طرح اس سفر میں آپ کو دو عمرہ اور ایک حج کی سعادت حاصل رہی۔ نواب صاحب نے لکھا ہے کہ دونوں مرتبہ (یعنی مدینہ جانے سے پہلے اور مدینہ سے واپسی کے بعد) کل ملا کر میں تقریباً چار ماہ مکہ میں مقیم رہا۔ ان ایام کو آپ اپنی زندگی کا حاصل قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وكانت مدة إقامتي بمكة وجواره تعالى– أولا وآخرا– نحوا من أربعة أشهر، وعندي أن حاصل عمري كان تلك الأيام. والذي مضى في غيرها لم يكن إلا منام وأحلام، وأرجو من الله تعالى عود هذه الأزمان وقضاء بقية الحياة في جوار الرحمن....'' (رحلۃ الصدیق، ص:۱۷۴۔)

مکہ مکرمہ سے آپ نے درج ذیل کتابیں خریدیں:

۱– الزرقاني شرح الموطا ۲–حسن المحاضرة في أحوال مصر والقاهرة ۳–تاريخ الخميس والبيجوري على الشمائل ۴–التعريفات ۵–مغني اللبيب ۶–الرياض المستطابة ۷–بهجة المحافل شرح الشمائل ۸–مواهب الرحمن ۹–أذكار النووي ۱۰–التلخيص الحبير ۱۱–زاد المعاد ۱۲–كتاب العواصم ۱۳–كتاب الفوائد ۱۴–سنن الدارمي ۱۵–صحيح بخاری ۱۶–صحيح مسلم مع شرح نووی ۱۷–مشكاة المصابيح ۱۸–تفسير بيضاوی ـــــ وغیرہ۔

ان کے علاوہ متعدد چھوٹے بڑے رسائل اپنے ہاتھ سے نقل بھی کیے، جن میں ''السياسة الشرعية'' (لابن تيمية) بھی شامل ہے۔

مکہ مکرمہ کا دینی ماحول:- اس زمانہ میں مکہ مکرمہ میں دینی ماحول کیسا تھا، لوگوں کے اندر دین داری، تقویٰ شعاری، دین خالص کی پاسداری وغیرہ کس درجے میں تھی، یہ باتیں اردو اور عربی کی متعدد مستند کتابوں میں بالتفصیل مرقوم ہیں۔ نواب صاحب نے بھی وہاں قیام کے دوران بہت سی چیزوں کا خود مشاہدہ کیا اور بہت سی چیزوں کے بارے میں لوگوں سے سنا۔ آپ کے رسالہ ''اخلاد الفؤاد'' سے کچھ اقتباسات یہاں نقل کیے جاتے ہیں جن سے زیر نظر پہلو کی وضاحت ہوتی ہے۔ نواب صاحب فرماتے ہیں:

''...ان شہروں کو جانے دو، حرم شریف مکہ زادہ اللہ رفعۃً وعزاً کو دیکھو کہ وہاں وہ کام ہوتے ہیں جو اور شہروں کے بھی کان کترتے ہیں، ایسے امور محظورہ ومحرمہ کا ظہور ہے جس کے دیکھنے سننے سے آنکھ دریا اور دل تنور ہے، ملاحظۂ فسوق وضلال وعصیان سے جگر اہل توحید کا پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔ اللہ ورسول کی حرمات وحدود وشعائر کا ہتک عمل میں آتا ہے۔ اہل باطل کا وہاں قیام وقعود ہے، ہر امر بدعی ومنکر شرعی وہاں مشاہد وموجود ہے۔ یہاں تک کہ جو موحد وہاں حج کے لیے جاتا ہے تو بمجرد معلوم ہونے کے ذلت کے ساتھ وہاں سے نکالا جاتا ہے، اگر کوئی کتاب علم دین حق کی وہاں پہنچتی ہے تو لائق دیدو برید کے ٹھہرتی ہے۔ ایک مہاجر نے اسی ماہ شوال ۱۳۰۵ ہجری میں ایک شخص کو لکھا کہ آج کل یہ مخبری ہوئی کہ فلاں شخص کے نزدیک تفسیر فتح البیان مطبوع مصر قاہرہ موجود ہے۔ اس کے چند موضع خاص دیکھے گئے، شریف مکہ ومفتی وقاضی بلد کو نہایت غصہ آیا، اس لیے کہ اس میں رد تقلید وشرک کا پایا گیا اور احادیث مرفوعہ سے ہر آیت کے نیچے حوالہ دیا گیا تھا، ایک رسالہ میں کچھ اقوال اس تفسیر کے جمع کر کے یہ حکم دیا کہ جملہ مجلدات اس کی آگ میں جلا دی جاویں۔ لیکن حفظ الٰہی نے اپنا کام کیا، مخالفین کا داؤ نہ چلا، وہ سب نسخے مکہ مکرمہ سے جدہ میں شباشب شتران کرایہ پر بار کر کے بھیج دیے گئے۔ فأين قوله تعالىٰ ﴿وَاِذۡ بَوَّاۡنَا لِاِبۡرٰهِيۡمَ مَكَانَ الۡبَيۡتِ اَنۡ لَّا تُشۡرِكۡ بِىۡ شَيۡـًٔـا وَّطَهِّرۡ بَيۡتِىَ لِلطَّآئِفِيۡنَ وَالۡقَآئِمِيۡنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوۡدِ﴾ جس نے اس بقعۂ مبارکہ کو دیکھا ہے اور قلب سلیم رکھتا ہے وہ ان احوال پر اہوال کا شاہد عدل ہے۔ ﴿وَمَنۡ يُّرِدۡ فِيۡهِ بِاِلۡحَادٍۢ بِظُلۡمٍ نُّذِقۡهُ مِنۡ عَذَابٍ اَلِيۡمٍ﴾

ایک جم غفیر اس فعل کا مظاہر ہے اور ایک جمع کثیر اس عمل کا مجاہر، اور اول تو وہاں کوئی اہل علم نہیں ہے اور جو بعض مقلدین مذاہب اور ائمۂ مقامات اربعہ وقضاۃ ومفتیین ہیں اور آپ کو عالم خیال کرتے ہیں وہ سب بدعقیدہ وبددین ومبتدعین ومشرکین ہیں، وہ ازالہ وتغییر اس منکر کا کیوں کرنے لگے، بلکہ وہ تو خود مصادمت حق ومقاومت صواب پر نصیر وظہیر اہل تزویر ہیں اور اطفاء (بجھانا) اس مصباح منیر کا چاہتے ہیں اور قصد اخماد کا نسبت اس ضیاء مستنیر کے رکھتے ہیں۔ حاولوا تغيير محيا الصواب ﴿وَجٰدَلُوۡا بِالۡبَاطِلِ لِيُدۡحِضُوۡا بِهِ الۡحَقَّ فَاَخَذۡتُهُمۡ فَكَيۡفَ كَانَ عِقَابِ﴾ ﴿اَوَلَمۡ نُعَمِّرۡكُمۡ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيۡهِ مَنۡ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيۡرُ فَذُوۡقُوۡا فَمَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ نَّصِيۡرٍ﴾

بیس برس ہوئے جب میں حج کو گیا تھا مجمع حجاج کو ایک میلہ پایا، مزدلفہ میں آتش بازی کا ہنگامہ گرم ہوا، ایک ایک انار دو دو میل جانب آسمان کے جاتا تھا، اتواپ سر ہوتے تھے، رسالہ ترکی وردی پہنے ہوئے عرفات کو جاتا تھا، خاص شہر مکہ میں دو کان شراب کی اور محلّہ مومسات کا سنا گیا اور شادی بیاہ میں بدعات عجم کا مروج ہونا معلوم ہو۔ الغرض اس طرح کی صدہا منکرات علی الاعلان وہاں موجود ہیں اور روز افزوں ہوتے جاتے ہیں، نہ کسی کی آبرو محفوظ ہے اور نہ کسی کا مال محرز اور نہ کسی کا خون معصوم۔ فإنا لله وإنا إليه راجعون.

ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ نے اسی جگہ سے بدعات حرمین کو ایک رسالۂ مستقل میں لکھا ہے، لیکن وہ رسالہ محتاج انضمام ذکر منکرات جدیدہ کا ہے، اہل توحید خالص پر

وہاں تشدد ہے کہ دیدنہ شنید، بلا مبالغہ جو معاملہ مشرکین مکہ نے ساتھ بلال (رضی اللہ عنہ) اوران کے امثال کے کیا تھا کہ احد احد کہنے پر نکال وو بال ڈالا تھا وہی حال و مآل آج کل اہل توحید کا اس سرزمین جبال میں ہے۔

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی‘‘ (اخلاد الفؤاد (توحید کی فطری دعوت) ص:۱۵-۱۷۔)

جدہ کا حال:-شہر جدہ کے بارے میں نواب صاحب لکھتے ہیں:

’’جدہ میں دیکھوا یک قبر (۶۰) ساٹھ گز کی بنا رکھی ہے، اس کو قبر حوا علیہا السلام اعتقاد کرتے ہیں، بعض شیاطین نے ایک مدت دراز سے اس کو طیار کیا ہے، ہر سال وہاں نذر و نیاز کے مال کی ایک بڑی آمدنی ہوتی ہے، بھلا یہ کیسے ہو کہ کوئی انسان وہاں جائے اور اپنی بڑی ماں پر سلام کرنے کو حاضر نہ ہو یا کچھ مال نہ چڑھائے، ایسی جگہ پر تو کوئی لئیم و ناخلف بھی بخل نہ کرے گا، چہ جائے فرزند سعید رشید کی۔ ولا حول ولا قوۃ إلا باللہ العلي العظیم.

پھر ایک اور معبد ہے جس کا نام علوی ہے، اس کی تعظیم اور بھی زیادہ ہوتی ہے، اگر کوئی قاتل نفس یا غاصب یا سارق مال وہاں پناہ پکڑتا ہے تو کسی مومن و فاسق کو مجال نہیں ہے کہ ایک بال اس کا ٹیڑھا کر سکے۔ فمن استجار بتربتہ أجیر ولم یعرج علیہ حاکم ولا وزیر.‘‘ (ایضا،ص:۱۹۔)

حدیدہ کا حال:- سابقہ سطور میں گذرا کہ بمبئی سے جدہ جاتے وقت یمن کے حدیدہ نامی شہر میں نواب صاحب کا جہاز تقریباً ۲؍ہفتہ کے لیے رکا تھا اور نواب صاحب نے وہاں قیام کیا اور علمی کاموں میں مصروف رہے۔ وہاں عقیدۂ توحید کی پامالی اور بدعقیدگی کے تعلق سے رسالہ مذکورہ بالا کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

’’اہل حدیدہ کے پاس ایک شخص صدیق نام ہیں، ان کی تعظیم وہ ہے کہ الأمان، ہر فریق کو ان کے حق میں غلو ہے۔ یہاں تک کہ کوئی شخص جہاز میں سوار یا جہاز سے اترتا نہیں ہے جب تک کہ ان کے نزدیک نہ جائے اور ان کی قبر سے اعانت و مدد نہ لے، اہل لحیہ کے نزدیک ایک شخص زیلعی نام ہیں، ان کا نام نزدیک ان کے شمس ہے اس لیے کہ ان کی قبر پر قبہ نہیں ہے، مکشوف ہے، اور تمام نذور وہیں صرف ہوتے ہیں، یہ لوگ ان کے حق میں بڑے ظالم، جاہل، طاغی اور ان کی تعظیم و دعا واستمداد میں اُضل و باغی ہیں اور اہل بادیہ ان سے حکایات نقل کرتے ہیں، ازانجملہ یہ کہ وہ کسی کام کے لیے قاصد بن کر چلے تھے، جب قریب شہر کے پہنچے، آفتاب قریب غروب کے ہوگیا تھا، ان کا مطلب یہ تھا کہ میں دن میں داخل ہوں، سورج سے کہا ٹھہر جا، وہ ٹھہر گیا۔اور رابعہ کی قبر خود نزدیک ان کے پہلے ہی سے مشہور ہے، جب کبھی سچی قسمیں کھائیں گے تو رابعہ ہی کی کھائیں گے اور اللہ کی جھوٹی قسم کھانے کا کچھ ڈر ان کو نہیں ہے۔‘‘ (ایضا،ص:۲۲۔)

واپسی کا سفر:- ماہ جمادی الاولی ۱۲۸۶ھ کے آغاز میں ’’فیض الباری‘‘ نامی بحری جہاز پر آپ واپسی کے لیے سوار ہوئے۔ واپسی سے پہلے آپ نے وہ تمام ملبوسات اور اشیائے گراں بہا کے ذخیرے جو رئیسہ بھوپال نے ساکنان حرم میں تقسیم کرنے کے لیے دی تھیں تقسیم کردیں۔ جہاز تین دن حدیدہ کے ساحل پر ٹھہرنے کے بعد بمبئی کو روانہ ہوا۔ اس بار بھی سفر کی صعوبتیں برقرار رہیں، لیکن نواب صاحب نے علمی مشغلہ جہاز پر برقرار رکھا، چنانچہ خود لکھتے ہیں:

’’واپسی کے وقت جہاز میں سنن دارمی لکھی، یہ نسخہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا تھا اور میں نے مرزا امیر بیگ سلمہ داماد مولوی محمد یعقوب صاحب مرحوم مہاجر مکی سے نقل کرنے کے لیے مستعار لیا تھا، بھوپال آ کر انھیں واپس کر دیا، اس نسخہ پر جابجا شاہ صاحب کے قلم مبارک سے تصحیح ثبت تھی۔ اس نسخہ کی نقل ہندوستان میں مطبع نظامی نے طبع کی ہے...‘‘ (ابقاء المنن، ص:۱۳۲-۱۳۳۔)

جدہ سے بمبئی کا سفر ۲۲؍دن میں پورا ہوا۔ بمبئی میں بارش کی کثرت کی وجہ سے وہاں کئی دن رکنا پڑا۔ اوائل جمادی الاخری میں آپ بھوپال پہنچے۔ اس پورے سفر میں کل آٹھ ماہ صرف ہوئے۔

☆☆☆

مضمون نویسوں سے گزارش

۱۔ مضمون صاف، خوشخط یا کمپیوٹرائزڈ بھیجیں۔

۲۔ مضمون کی اصل کاپی روانہ کریں۔

۳۔ مضمون کا فوٹو کاپی دفتر کو ارسال نہ کریں، فوٹو کاپی میں بعض حروف مٹ جاتے ہیں جس کی وجہ سے ایسے مضامین کی اشاعت روک دی جاتی ہے۔

۴۔ مضمون نگار حضرات اپنا پورا پتہ اور موبائل نمبر ضرور لکھیں۔

۵۔ کسی مضمون میں اقتباس نقل کرتے وقت کتابوں کا حوالہ ضرور دیں۔

۶۔ قرآنی آیات اور احادیث کی پوری تخریج اور مصادر کا حوالہ ذکر کریں۔

۷۔ کسی دینی مسئلہ پر کوئی مضمون ہو تو اس پر ہر ناحیے سے بحث کرنے کے بعد راجح موقف بیان کریں۔

۸۔ اپنے مضامین میں پر جوش خطیبانہ یا منافرت پھیلانے والے اسلوب سے گریز کریں۔

(ادارہ جریدہ ترجمان)

قرآنی اخلاق

مولانا خورشید عالم مدنی
پھلواری شریف، پٹنہ

قرآن کریم نے اللہ کے نیک بندوں کا تذکرہ اوران کی صفات کو بیان کرتے ہوئے کہاوَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا (الدھر:8-9) یعنی "اوراپنے لیےکھانے کی ضرورت ہوتے ہوئے، اسے مسکین، یتیم اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں۔ (ان سے کہتے ہیں) ہم تمہیں صرف اللہ کی خوشنودی کے لیے کھلا رہے ہیں۔ ہم نہ کوئی تم سے بدلہ چاہتے ہیں اور نہ کوئی کلمہ شکر"۔

محترم قارئین! دین اسلام کا یہ امتیاز و اختصاص ہے کہ وہ انسانی زندگی کے تمام گوشوں سے متعلق زریں اصول اور روشن ہدایات جاری کرتا ہے۔ ساتھ ہی زندگی کے تمام مسائل ومشکلات کا بہترین حل اور مناسب علاج بھی پیش کرتا ہے۔ اگر ایک طرف وہ خالق کا تعلق مخلوق سے جوڑتا ہے تو دوسری طرف خود انسانوں کے درمیان برادرانہ تعلقات استوار کرنے، اورایک دوسرے کے ہمدرد وغمخوار بننے پر زور دیتا ہے اور ایک ایسا مثالی معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے، جس میں زندگی کی سب سے کامل محفوظ تصویریں جلوہ گر ہوں۔ جس معاشرے میں کمزوروں کوسہارا دینے، گرتے کو تھامنے، اور مجبوروں کو زندگی کی تلخ گھڑیوں میں سینے سے لگانے اوراس کے حوصلے بڑھانے کا رواج اور چلن ہوتا کہ وہ بھی زندگی کی لذتوں اور حقیقی مسرتوں سے بہرہ اندوز ہوسکیں۔ اسی لئے اسلام نے سماجی خدمات، سوشل سروس اور خدمت خلق پر خصوصی توجہ دی ہے اور ایک ایسا معاشی واقتصادی نظام جاری کیا ہے جو امیر وغریب کے فرق وفاصلے کو کم کرنے اور معاشرے کے پچھڑے، مفلوج الحال، کمزور طبقات کے سنگین مسائل کو حل کرنے میں اہم کردار ادا کرے۔

اسلام کے یہ رہنما اصول وزریں ضوابط اتنے اہم وگراں قدر ہیں کہ اگر انہیں انسانی معاشرے میں نافذ کردیا جائے جائے، تو وہ چین وفلاح، سعادت وکامرانی کا گہوارہ بن جائے۔ اور ہر قسم کے معاشرتی وسماجی مشکلات کے بھنور سے نکل کر خوشگوار معاشرہ بن جائے۔ لیکن افسوس! دنیا نے دین فطرت کے فطری اصولوں اور خلاق عالم کے بنائے ہوئے قوانین کو گلے نہیں لگایا۔ اس کی ان پاکیزہ تعلیمات کو سمجھنے اور اپنی زندگی میں اتارنے کی کوشش نہیں کی جو معاشرہ کو پاکیزگی اور وقار و اعتبار عطا کرتی ہیں جس سے انسانیت کے اجڑے گلشن میں باغ و بہار آسکتی ہے اور اخلاق و مروت، صدق وصفا، مہر ووفا کے پھول کھل سکتے ہیں۔

نظام زکوۃ: یہ اسلام کا تیسرا رکن ہے۔ یہ ایک عظیم عبادت ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم ترین معاشی واصلاحی پروگرام بھی ہے۔ اس نظام کے تحت ہر مالدار (صاحب نصاب) اپنی دولت کا ایک متعین حصہ (ڈھائی فیصد) سالانہ زکوۃ نکالے۔ اور قرآن کریم نے مستحقین زکوۃ کی فہرست میں سرفہرست فقراء ومساکین کو شامل کیا ہےاِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ (التوبۃ:60) اس کا مقصد یہ ہے کہ سماج کے جو لوگ مالی اعتبار سے کمزور ہیں۔ انہیں بے بسی وبے کسی کی کھائی سے نکالا جائے۔ امیر وغریب کے فاصلے خلوص ومحبت کے ساتھ کم کیے جائیں۔ اگر زکوۃ کا صحیح سسٹم قائم ہوجائے تو سماج کے کمزور افراد بھی مسکرانے لگیں۔ ان کے دلوں میں الفت ومحبت کی قندیلیں روشن ہوجائیں۔ اور سماج سے گداگری کا خاتمہ ہوجائے۔ اور دنیا ایک بار پھر اپنی آنکھوں سے خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور کا وہ حسین منظر بھی دیکھ لے کہ زکوٰۃ کا کوئی قبول کرنے والا بھی نہ ملے گا۔

نظام صدقات: اسلام کے اس نظام میں خواہ وہ واجب صدقات ہوں جیسے صدقۃ الفطر یا مختلف گناہوں کے کفارات (فرض روزہ توڑنے، قسم توڑنے، فدیہ صوم وغیرہ) ان تمام قسم کے کفاروں اور صدقات کا فائدہ معاشی لحاظ سے کمزور طبقہ کو پہنچتا ہے۔ یا نفلی صدقات ہوں یعنی جن میں صدقہ کی مقدار یا کوئی مخصوص وقت متعین نہیں ہے۔ کوئی شخص جب چاہے، جتنا چاہے اور جسے چاہے دے سکتا ہے۔ اور ایسے صدقات کا میدان بھی بہت وسیع ہے۔ اسلام سماج کے مجبوروں، مسکینوں اور فقیروں کی امداد واعانت اوران کے ساتھ خصوصی احسان کرنے اور عمومی صدقات وخیرات کرنے کی بڑی تاکید کرتا ہے تاکہ وہ زندگی کے بنیادی تقاضوں کی تکمیل کرسکیں۔ رب کریم نے فرمایا: وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا (الدھر:8) "اوراپنے لئے کھانے کی ضرورت ہوتے ہوئے اسے مسکین، یتیم اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں"۔ وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (حشر:9) "اور وہ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ اگرچہ وہ خود ہی ضرورت مند کیوں نہ ہوں"۔

واضح رہے کہ اس آیت میں مسکین، یتیم اور قیدی عام ہیں۔ کسی مذہب کے ساتھ خاص نہیں۔ مشرک قیدی کو کھانا کھلانا بھی اللہ کی قربت کا ذریعہ ہے۔ جس کا عملی مظاہرہ صحابہ کرام نے اسیران بدر کے ساتھ کیا۔ " آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ

تشریف آوری کے ایک دن بعد قیدیوں کی آمد ہوئی۔آپ نے انہیں صحابہ کرام پر تقسیم فرما دیا۔اوران کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت فرمائی۔اس وصیت کا نتیجہ یہ ہوا کہ صحابہ کرام خود کھجور کھاتے تھے،لیکن قیدیوں کو روٹیاں پیش کرتے تھے۔(واضح رہے کہ مدینے میں کھجور بے حیثیت چیز تھی اور روٹی خاصی گراں قدر)" (الرحیق المختوم:376)

قرآن کریم کی بہت ساری آیتوں میں فقراء ومساکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب ہے بلکہ اسے ان اعمال خیر میں شمار کیا ہے جس کے ذریعے انسان جہنّم سے بچ کر جنت میں داخل ہو جائے گا بشرطیکہ وہ صاحب ایمان ہوگا۔ارشاد باری ہے فَكُّ رَقَبَةٍ اَوْ اِطْعٰمٌ فِىْ يَوْمٍ ذِىْ مَسْغَبَةٍ يَّتِيْمًا ذَامَقْرَبَةٍ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ (البلد:13-17) یعنی "(وہ گھاٹی، دشوار گزار راستے میں داخل نہیں ہوا جس راہ کا مطالبہ) کسی گردن کو آزاد کرانا ہے۔یا کسی فاقے کے دن کھانا کھلانا ہے، کسی رشتہ دار یتیم کو یا مٹی میں پڑے کسی مسکین کو۔پھر وہ اُن میں سے ہو جو ایمان لائے۔جنہوں نے ایک دوسرے کو (راہ حق میں) صبر کی نصیحت کی۔اور رحم دلی کی نصیحت کی"۔ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ (الحج:28)"پس تم لوگ اس کا گوشت کھاؤ اور بھوکے فقیر کو بھی کھلاؤ"

اور اسی طرح فقراء ومساکین کو نہ کھلانے پر سخت وعید کے تذکرے ہیں۔وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ (ماعون:3)"اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دلاتے ہیں"۔وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ (مدثر:44) یعنی "(جہنمی دخول جہنّم کی ایک وجہ یہ بتائیں گے) کہ ہم مسکین کو کھلاتے نہیں تھے"۔اسی طرح یتیم کی عزت نہ کرنے، مسکینوں کو کھانا نہ کھلانے، میراث کو سمیٹ کر کھانے اور مال کو جمع کرکے رکھنے والوں کے متعلق فرمایا كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا (الفجر:17-20) یعنی "ہرگز نہیں بلکہ تم یتیم کی قدر نہیں کرتے ہو۔مسکین کو کھانا کھلانے پر ایک دوسرے کو نہیں ابھارتے ہو۔وراثت کا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو۔اور تم لوگ مال سے بہت زیادہ محبّت کرتے ہو"۔

اوقاف و صدقہ جاریہ: اسلام یہ چاہتا ہے کہ اصحاب دولت وثروت اپنی زمینوں کا کچھ حصہ اللہ کے لئے وقف کر دیں تاکہ اس سے فقراء ومساکین، بوڑھے معذوروں کی مدد کی جائے، ایتام وبیوگان پر خرچ کئے جائیں، مساجد ومدارس قائم کیے جائیں، اور یہ سب معاشرے کی بنیادی ضرورتیں ہیں جن کی تکمیل کے بعد ہی ایک خوبصورت معاشرہ کی تشکیل ہو سکتی ہے۔

اوقاف اسلامی کے ذریعے سماج ومعاشرے کے بہت سارے سلگتے مسائل حل کئے جا سکتے ہیں۔اور اس کی فلاح و بہبود کا عظیم عمل انجام پا سکتا ہے۔

یہ ایسا نظام ہے۔جس سے زمانہ جاہلیت میں انسانیت نا آشنا تھی۔لیکن جب اسلام کا خورشید طلوع ہوا تو اس نے اپنے متبعین کو "صدقہ جاریہ" کرنے کی ترغیب دی، تاکہ اس کا فیض عام لوگوں تک پہنچے۔اور مرنے کے بعد اس کا ثواب صدقہ کرنے والے کو ملتا رہے۔ارشاد نبوی ہے **اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلاثة: الا من صدقة جارية ...الخ**"(مسلم:1631) یعنی "جب انسان وفات پا جاتا ہے تو اس سے اس کے اس کے اعمال (کے ثواب ملنے) کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے اُن میں سے ایک صدقہ جاریہ ہے (جس کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے)"۔

اس حدیث میں صدقہ جاریہ سے مراد نیکی وثواب کے ایسے کام ہیں، جس کا فیضان ہمیشہ جاری وساری رہے۔اور اللہ کی مخلوق اس سے مستفید ہوتی رہے۔جیسے کنواں کھودوانا، درخت لگانا، سڑک تعمیر کرانا، ہسپتال اور یتیم خانے بنوانا وغیرہ۔

یہ ہیں سماج کے کمزور طبقات کی خدمت، تعاون وتکافل سے متعلق قرآنی آداب واخلاق اور اسلامی انداز وحکیمانہ اسلوب۔

اگر طبقاتی کشمکش میں مبتلا اور دیگر مذاہب وادیان کے نظام کی شکار انسانیت، اسلام کے ان گراں قدر اصولوں کو گلے لگا لے تو وہ ہر قسم کے مشکلات وآلام سے نکل سکتی ہے۔اور وہ معاشرہ خیر وفلاح، سعادت وکامرانی کا گہوارہ بن سکتا ہے اور انسانیت کے اجڑے گلشن میں باغ وبہار آ سکتی ہے۔

قارئین مکرم! اللہ تعالی نے اگر آپ کو جائز طریقے سے دولت سے نوازا ہے، خوشحال وفارغ البال بنایا ہے۔تو اس نعمت کو پا کر اللہ کا شکر بجا لائیں اور اسے اللہ کے راستے میں، خیر ہی کے کاموں میں خرچ کریں۔اللہ کی بندگی کریں اور انسانوں کی راحت رسانی بھی تاکہ یہ مال ہمارے لئے وبال جان بننے کی بجائے بلندی درجات کا باعث ہو۔

آج ہمارے معاشرے میں بہت سارے لوگ نان شبینہ کے محتاج ہیں۔بہت سارے نوجوان جیلوں میں بے گناہی کی سزا بھگت رہے ہیں۔اور بہت سارے یتیم بچّے ٹھوکریں کھا رہیں۔کیا ہمارا دینی واخلاقی فریضہ نہیں کہ ہم اُن کی طرف دست تعاون دراز کریں اور مشکلات کے بھنور سے اُن کو نکالنے کے لیے آگے آئیں۔جس کی ہدایت رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کر رہے ہیں "**فكوا العانى و اطعموا الجائع و عودوا المريض**" (بخاری:3046)"قیدی کو چھڑاؤ، بھوکے کو کھلاؤ اور مریض کی عیادت کرو"

امیرو! کچھ نہ دو مگر طعنے نہ دو فقیروں کو
ذرا سوچو اگر منظر بدل جائے تو کیا ہوگا

☆☆☆

مولانا عبدالمنان شکراوی

پڑوسی کے حقوق

اسلام ایک عالمی مذہب ہے۔اس کے اندر زندگی کے تمام معاملات کی رہنمائی موجود ہے۔اس کے جملہ احکام و مسائل ظاہر وباہر ہیں ان میں کسی بھی قسم کی کوئی پیچیدگی والجھاؤ نہیں ہے۔بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی ہر بات کی اس میں پوری وضاحت ہے۔روزمرہ معاملات کو کھول کھول کر بیان کر دیا گیا ہے۔جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو یہود، مسلمانوں کو اس کا طعنہ دیتے تھے کہ تمہارا نبی تو تمہیں قضائے حاجت کے طریقے بھی سکھا تا ہے۔عقائد، عبادات، معاملات، باہمی حقوق کی پوری تفصیل اس میں موجود ہے۔باہمی حقوق میں پڑوسیوں کے حقوق بہت ہی اہمیت کے حامل ہیں۔سماج ومعاشرہ کو بہتر اور جنت نشاں نیز انسانیت نواز بنانے کے لیے پڑوسیوں کے حقوق کے تحفظ کی اشد ضرورت ہے۔اسی لیے قرآن کریم کے اندر اہم ترین باتوں میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا (النساء:۳۶) ترجمہ: ''اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ سلوک واحسان کرو اور رشتہ داروں سے اور یتیموں سے اور مسکینوں سے اور قرابت دار ہمسایہ سے اور اجنبی ہمسایہ سے اور پہلو کے ساتھی سے اور راہ کے مسافر سے اور ان سے جن کے مالک تمہارے ہاتھ ہیں، (غلام وکنیز) یقیناً اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں اور شیخی خوروں کو پسند نہیں فرما تا۔''

یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان وکرم ہے کہ اس نے مسلمانوں کو باہم محبت والفت کی تعلیم وترغیب دی تا کہ وہ ایک جسم وجان ہو کر زندگی گزاریں اور اس طرح ایک دوسرے کو تقویت بخشیں اور بہت سی مصیبتوں و پریشانیوں سے نجات پا جائیں۔باہم کچھ حقوق وواجبات کی تعلیم دی جن پر عمل پیرا ہو کر سعادت ونیک بختی کے جملہ اسباب میسر ہوں اور بدبختی پاس پھٹکنے بھی نہ پائے۔مذکورہ آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنے حق توحید اور اعزہ واقرباء نیز فقراء ومساکین کے حقوق کا ذکر کیا ہے وہیں پڑوسی کے حقوق کا اہتمام سے ذکر کیا ہے۔اس کے اندر قریب اور دور، مسلم وغیر مسلم تمام پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دی گئی ہے۔

پڑوسی تین طرح کے ہوتے ہیں۔ایک وہ پڑوسی جس کا صرف ایک حق ہوتا ہے، دوسرا وہ پڑوسی جس کے دو حق ہوتے ہیں، تیسرا وہ پڑوسی جس کے تین حق ہوتے ہیں۔ایک حق والا پڑوسی غیر مسلم ہے جو صرف پڑوس کی وجہ سے حسن سلوک کا حق دار ہوتا ہے۔دو حق والا پڑوسی مسلمان پڑوسی ہوتا ہے جسے ایک حق پڑوس کا حاصل ہوتا ہے تو دوسرا مسلمان ہونے کا۔تین حق والا پڑوسی وہ ہوتا ہے جو مسلمان ہو اور قرابت دار بھی ہو۔اسے مسلمان ہونے، پڑوسی ہونے اور قرابت دار ہونے کی وجہ سے تین حقوق حاصل ہوں گے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سماج وسوسائٹی کے تانے بانے کو بنائے رکھنے اور اسے بکھراؤ وانتشار سے بچانے کی غرض سے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کو لازمی وضروری قرار دیا ہے اور اس کی بڑی ترغیب دی ہے۔خالص مسلم معاشرہ ہو تو اس کے افراد ایک جان دو قالب ہو کر رہیں۔خوشی وغم میں برابر کے شریک وسہیم رہیں۔سماج کے کسی بھی فرد کو کسی بھی قسم کی کوئی پریشانی لاحق ہو تو اس کا مداوا کریں۔اسے کسی قسم کی ضرورت درپیش ہو تو اس کی وہ ضرورت پوری کریں۔اسے خوشی میسر ہو تو مبارکباد دیں، غم لاحق ہو تو غمگساری کریں۔اس کی ضرورتیں وحاجتیں پوری کی جائیں۔تکثیری معاشرہ ہو تب بھی پڑوسیوں کا پورا پورا خیال رکھا جائے اور پڑوس کا حق کسی بھی قیمت پر فراموش نہ کیا جائے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ پڑوسی کے حقوق کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ بیمار ہو تو اس کی بیمار پرسی کرو، فوت ہو جائے تو اس کے جنازے میں شرکت کرو، قرض مانگے تو قرض دو، ضرورت مند ہو تو اس کی ضرورت پوری کرو، اسے بھلائی پہنچے تو مبارکباد دو اور مصیبت لاحق ہو تو تسلی دو۔اس کی اجازت کے بغیر اس کے گھر کے پاس اونچی عمارت نہ بناؤ کہ اس کی ہوا ہی رک جائے۔اپنی ہانڈی کی خوشبو اس تک نہ جانے دو ورنہ اس کو بھی اس کھانے میں سے پہنچاؤ۔جب پھل خرید کر لاؤ تو اسے بھی وہ پھل تحفے میں دو۔اگر دینا نہیں ہے تو خاموشی سے لے کر آؤ تا کہ اسے احساس نہ ہو۔تمہارا بچہ اس کے بچوں کو چڑھانے کے لیے وہ پھل باہر لیکر نہ جائے۔(طبرانی)

حضرت ابوشریح خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا: جواللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہوتو وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرے۔(مسلم) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جبرئیل علیہ السلام مجھے برابر پڑوسی کے بارے میں (حسن سلوک کی) وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ وہ اسے وارث ہی بنادیں گے۔''(بخاری)

مذکورہ احادیث کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ اسلام میں پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی ترغیب دی گئی ہے پھراسے تکلیف پہنچانے کا تصوراس میں کیونکر ہوسکتا ہے۔ جولوگ اپنے پڑوسیوں کوستاتے ہیں ان کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت عذاب کی وعیدسنائی ہے۔جیسا کہ حدیث شریف میں حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم وہ ایمان والانہیں، اللہ کی قسم وہ ایمان والانہیں، اللہ کی قسم وہ ایمان والانہیں۔عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! کون ایمان والانہیں؟ فرمایا: جس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ رہے۔''(مسلم)

پڑوسی کوتکلیف پہنچانااس کے ساتھ خیانت کرنا بڑا بھاری جرم ہے۔اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے منع فرمایا ہے۔حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے فرمایا: بتاؤ زنا کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ اوراس کے رسول نے اسے حرام قرار دیا ہے، چنانچہ وہ قیامت تک حرام ہی رہے گا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پڑوسی کی عورت سے زنا کرنا دیگر دس عورتوں سے زنا کرنے سے بھی بڑا جرم ہے۔پھر آپ نے فرمایا: چوری کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ صحابہ نے جواب دیا۔اللہ اوراس کے رسول نے اسے حرام قرار دیا ہے تو وہ حرام ہے۔آپ نے فرمایا: پڑوسی کے گھر چوری کرنا دیگر دس گھروں میں چوری کرنے سے بھی بڑا جرم ہے۔(مسنداحمد)

اچھا پڑوسی اللہ تعالیٰ کی جانب سے بہترین نعمت ہے جس پر اس کا جتنا بھی شکرادا کیا جائے کم ہے۔پڑوسی اچھا ہوتا ہے تو آدمی اطمینان وسکون محسوس کرتا ہے ورنہ کھٹکا لگا رہتا ہے کہ کہیں وہ اسے کوئی تکلیف نہ پہنچادے۔اگر پڑوس اچھا نہ ہو اور اس سے تکلیف پہنچتی ہوتو اللہ کی جانب سے آزمائش سمجھ کراس پر صبر کرنا چاہیے، اس پر اللہ کی جانب سے اجروثواب ملے گا۔جیسا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص اپنے پڑوسی کی شکایت لے کرآیا تو آپ نے اسے صبر کی تلقین فرمائی۔تیسری یا چوتھی دفعہ آپ نے اس سے کہا کہ اپنا سامان راستے میں ڈالدے۔اس نے ایسا ہی کیا تو وہاں سے گزرنے والے لوگ پوچھتے کہ کیا ہوا؟ وہ بتاتا کہ میرا پڑوسی مجھے تکلیف پہنچاتا ہے۔لوگ صورت حال سن کراس پر لعنت بھیجتے۔جب اس تکلیف دینے والے پڑوسی کواس کا علم ہوا تو آیا اور کہنے لگا: اپنا سامان گھر لے جا۔اللہ کی قسم آئندہ میں ایسی حرکت ہرگز نہ کروں گا۔(ابوداؤد)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے برے پڑوسی سے اللہ کی پناہ مانگنے کی نصیحت فرمائی ہے چنانچہ فرمایا: مستقل رہنے کی جگہ میں برے اور خراب پڑوسی سے اللہ کی پناہ مانگو اس لیے کہ صحراء کا پڑوسی (یعنی عارضی پڑوسی مثلا مسافر یا کرایہ دار) تو تم سے جدا ہی ہوجائے گا۔(نسائی)

کچھ لوگ ہوتے ہیں کہ انہیں صرف اپنے آرام کی پرواہ ہوتی ہے اور انہیں دوسروں کی تکلیف سے کچھ لینا دینا نہیں ہوتا۔وہ کلام نبوت: **اذالم تستحی فاصنع ماشئت** (جب شرم نہیں ہے تو کچھ بھی کرتے پھرو) کے مصداق ہوتے ہیں۔لیکن پھر بھی برے پڑوسی سے جہاں تک ہوسکے درگزر کرنا چاہیے اور اس کے ساتھ اچھا برتاؤ جاری رکھنا چاہیے کیونکہ ایک نہ ایک دن اسے ضرور عقل آجائے گی جیسا کہ اکثر دیکھا بھی جاتا ہے۔برے پڑوسی کے سلسلے میں یہ قرآنی نسخہ بھی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ (فصلت:٣٤) ترجمہ:''نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی۔ برائی کو بھلائی سے دفع کرو پھر وہی جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے ایسا ہوجائے گا جیسے ولی دوست۔''

قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے باہمی حقوق کی ادائیگی میں کبھی بھی اور کسی بھی قسم کی کوتاہی وتساہلی نہیں برتی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ جہاں بھی گئے انہیں مرحبا وخوش آمدید کہا گیا، انہیں معاشرہ وسماج کے لیے رحمت تصور کیا گیا نہ کہ زحمت۔ان کے اعلیٰ اخلاق وبلند کردار سے متاثر ہوکر لوگوں نے بری عادتیں چھوڑ دیں اور وہ مشرف باسلام ہوتے چلے گئے۔اس کے برخلاف آج ذلت ونکبت کی جو مار مسلمانوں پر پڑ رہی ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے اسلام کی صحیح نمائندگی نہیں کی اور دیگر اقوام ان کی بدخلقی، بدمعاملگی کی وجہ سے اسلام سے دور وتنفر ہوتی چلی گئیں۔اغیار سمجھتے ہیں کہ جس طرح کے اخلاق وکردار کے یہ مالک ہیں اسلام میں اسی طرح کی تعلیمات دی جاتی ہوں گی۔لہٰذا ایسے اسلام سے انسانیت کا کیا بھلا ہونے والا ہے؟ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم صحیح اسلامی تعلیمات کی نمائندگی کریں انہیں عملی جامہ پہنائیں اور لوگوں کو باور کرادیں کہ ہم اس اسلام کے ماننے والے ہیں جس کی تعلیمات انسانیت کے لیے کبھی بھی باعث زحمت نہیں بلکہ سراپا رحمت ثابت ہوئیں اور آج بھی اگر انسانیت اپنے جملہ مسائل ومشکلات کا حل ان کی روشنی میں نکالنے لگے تو دنیا کی ہر مشکل آسان ہوسکتی ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کواس کی توفیق دے۔آمین

☆☆☆

ابوحبیب ناصر بن عبدالعزیزؒ: نابغۂ روزگار شخصیت

مولانا محمد اظہر مدنی

بعض شخصیات کواللہ تعالیٰ علم وعمل کی دولت سے نوازنے کے ساتھ منصب وجاہ اور ہرخاص وعام نعمت سے بھی سرفراز فرماتا ہے۔اس خصوص میں بعض کوانتہائی امتیازات واختصاصات سے نوازتا ہے تا آنکہ وہ ہردلعزیز ہوجاتے ہیں۔اورگرچہ قیادات وقائدین حکمراں اوران کی حکمرانی بدلتی رہتی ہے۔ان کے دل ودماغ طبیعت ومزاج میں بھی کافی فرق ہوتا ہے۔مگر بعض شخصیتیں ومصاحبین ومستشارین ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنے اخلاص کی کشش،احساسات کی تپش اور جذبات کی طہارت ونظافت اور اخلاق وایمان کی قوت اور فکروخیال کی بلندی اورشرافت،دیانت وامانت اورعلمیت وفدائیت اورصلاحیت وحکمت کی وجہ سے سب کے نزدیک مقبول ہوتے ہیں اور مسلم گردانے جاتے ہیں۔اوروہ دلوں میں رچ بس جاتے ہیں۔اورمرورایام کے ساتھ کسی طرح سے تکدرمن مٹاؤ اور بھید وبھاؤ،اورعجب وغرور سینئرٹی ومشیخیت اور بزرگی وبرتری کے احساس وتجربہ اورشہرت کی وجہ سے اپنا مقام بھول نہیں جاتے ہیں۔اورنہ وہ ان تمام القاب وآداب اوراکرام ومقام اورتکریم وتعظیم کو جوانہیں ان کے ماحول میں بڑوں اور چھوٹوں سے ملے ہیں اسے سنبھال کے رکھتے ہیں۔ بسااوقات ایسا بھی ہوتا ہے اوراللہ کی شان پرقربان جایئے کہ بعض شخصیتوں پر اللہ جل شانہ خصوصی کرم فرما کران کے اندراورزیادہ توازن اعتدال وزن اورعزت ووقار بڑھاتے چلے جاتے ہیں۔انہی عظماء وقت میں ایک عظیم وکبیر شخصیت ابوحبیب ناصر بن عبدالعزیز الشثری مقلب ومستشارالملوک رحمہ اللہ کی بھی ہے جنہوں نے سعودی حکومت کے اعلیٰ فرمارواؤں سے لےکرعرب کے ادنی بدوؤں اورعجم کے چھوٹے دربانوں اورمزدوروں (بشرط صحت تعبیر) تک یکساں اور ہمیشہ تاحیات مقبول وہردلعزیز رہے۔کئی کئی بادشاہوں کے مشیر خاص ہونے کے ساتھ ان کے کم عمر ساتھی رہے کے نوخیز مگر پختہ کارمشیر کاررہے۔ہم عمر بادشاہوں کے ساتھ بھی رکھ رکھاؤ اور باوقار وپرتمکنت ہونے کے باوجود انتہائی متواضع وملنسار دوست اور بھائی بن کررہے۔اسی لئے دیکھنے والوں نے بارہامشاہدہ کیا کہ زندگی کے آخری ایام میں پیرانہ سالی اورعالمی مسائل میں انتہائی منہمک اور اندرون ملک رعایا پروری اور ہجوم کار میں بھی نیک دل ہردلعزیز شاہ سلمان اور ان کے نامور فرزندولی عہد ان کی مزاج پرسی کرتے رہے اوران کی صحت کے تئیں فکرمندرہے۔اور بذات خودان کے دولت کدہ پرجاکراطمینان حاصل کرتے رہے۔جاننے والوں کے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ ابوحبیب ناصرالشثری کی پرکشش وباوقار شخصیت ان شاہوں کواپنے دردولت پرکھینچ لائی یاان عالی مقام اوراخلاق وکرداروطین وایمان کے علمبرداروں اورانسانیت کے قدردانوں اور خادمین حرمین شریفین جیسے ملوک اور شاہوں کی عظمت وبڑکپن ہے جنہوں نے اس طرح کی سعادت وسربلندی کواپنا طرۂ امتیاز کابراً عن کابر اور اباً عن جدٍ بنارکھا ہے،دنیا جوبھی توجیہ کرے لیکن ان ہر دوخاندانوں کےعظمت کرداراورخاندانی وذاتی دین وایمان اوراخلاق وشعار کا یہ فطری تقاضا ونتیجہ ہے۔الغرض اللہ بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں۔

اس عظیم شخصیت کے سانحۂ وفات پرہم ان کے ورثاء اولاد واحفاد خصوصاً ان کے فرزندان ارجمند عالی جناب خالدالشثری،عزت مآب شیخ سعدالشثری اورڈکتورمحمدالشثری، شیخ عبداللہ وشیخ عبدالرحمٰن وڈکتورعبدالعزیز حفظہم اللہ وغیرہ اورہونہاروصالح احفاد وبنات کریمات وجملہ پسماندگان واہل علم کی خدمت میں قلبی تعزیت پیش کرتے ہیں۔عزیزم محمد اظہر سلمہ جنہوں نے شیخ عبدالمجید العمری حفظہ اللہ مشہورشاعروادیب کے مضمون کی ترجمانی اوراس کے محتوی ومضمون کی روشنی میں تیارکیا ہے۔ان ہردوکے شکریہ کے ساتھ اس پُرغروراورمتکبردورمیں جہاں تواضع اور بلنداخلاق عنقا ہوتی جارہی ہے۔اس عظیم مگرمتواضع اورخدمت خلق کے شیدائی شخصیت کی مختصر سوانح افادۂ عام کے لئے ہدیۂ قارئین کررہے ہیں۔الحمدللہ شیخ کے تمام ہی فرزندان اعلیٰ تعلیم یافتہ،نیک صالح،بڑے منصب داراورعزت ووقار کے حامل ہونے کے ساتھ الولد سر لابیہ اوراین خانہ ہمہ چراغ است کے بہرطور مصداق ہیں۔اللھم زدفزد(اصغر)

بتاریخ 29/10/1442ء جمعرات کے روز مملکت سعودی عرب کے کرام اوراہل ایک عظیم المرتبت شیخ اورفاضل انسان اوربڑی شخصیت کی وفات ہوگئی جن کے سعودی عرب کے متعدد جید علمائے علم وفن سے گہرے تعلقات تھے اورمتعدد ملوک شاہ خالد،شاہ فہد،شاہ عبداللہ اورشاہ سلمان کے نزدیک بلند مقام ومرتبہ حاصل رہا ہے۔ اس جیسا مقام ومرتبہ بلند شخصیات کو ہی حاصل ہوا کرتا ہے۔اس سے ہماری مراد ناصر بن عبدالعزیز شثری کی شخصیت سے ہے جنہیں جمعہ کے دن بوقت عصر ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں عود نامی قبرستان میں دفن کیا گیا۔آپ کو پوری زندگی حکمراں طبقے کا اعتماد وبھروسہ حاصل رہا اور زندگی کے آخری پڑاؤ پربھی خادم حرمین شریفین سلمان بن عبدالعزیز اوران کے عالی قدر ولی عہد محمد بن سلمان حفظہما اللہ کی جانب سے عزت واحترام کا یہ سلسلہ جاری رہا کیونکہ انہوں نے متعدد مرتبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوکرآپ کی مزاج پرسی کی اوراہل علم دانشوروں سے بھی آپ کی مجلس کبھی خالی نہیں رہی۔

میں شروع ہی میں یہ بات واضح کردینا چاہتا ہوں کہ اس مختصر تحریر میں اس بلند پایہ شخصیت کے تمام احوال زندگی اورآپ کے مناقب کا احاطہ ممکن نہیں ہے اورنہ ان کی سوانح سے جڑے سبھی پہلوؤں کو ذکرکرنے کا یہ موقع ومحل ہی ہے۔آپ کے حالات زندگی تابناک ہیں اورآپ کی سوانح نیکیوں اوردرخشاں وتابندہ اعمال سے

عبارت ہیں۔ آپ متقی، پرہیزگار، صاف دل کے مالک، پاکیزہ نفس، عمدہ خصلت، نرم طبیعت اور خاکسار تھے۔ آپ لوگوں سے محبت کیا کرتے تھے اور لوگ آپ سے الفت ومحبت رکھا کرتے تھے۔ آپ کے اندر بہت سی اصلی عربی اعلیٰ قدریں موجود تھیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے ایسے گھرانہ میں نشو ونما پائی تھی جو علم وفضل کا گہوارہ تھا جہاں ملک کے گوشے گوشے سے علمائے کرام تشریف لایا کرتے تھے اور ان کی علمی محفلیں لگتی تھیں اور ان سب کو رشتے داری کی ڈور یا علم ومحبت اور اخوت کی ڈور باہم جوڑتی تھی۔ اس طرح سے آپ کے لئے علم وبینائی کے اسباب فراہم ہوئے اور آپ ان علمائے کرام سے علمی باتیں سننے لگے، ان کے اقوال اور نفع بخش علمی مناقشات کو محفوظ کرنے لگے۔ لہذا اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں کہ انہوں نے اس سیدھے منہج کی اقتداء کی اور نیکوں و پرہیزگاروں کی راہ پر گامزن ہوئے۔ یہ فطری بات تھی کہ وہ اپنے والد محترم کی راہ پر چلتے اور ان کے علمی مشعل سے روشنی حاصل کرتے اور علمی خانوادہ اور جاہ وجلال سے اپنے دامن مراد کو بھرتے۔ آپ کے والد محترم کا نام شیخ عبدالعزیز بن محمد بن عبدالعزیز شثری ہے جو 1305ھ میں پیدا ہوئے اور 1387ھ میں اس دنیا سے رخصت فرماگئے۔ اللہ ان کے ساتھ رحم وکرم کا معاملہ فرمائے۔

آپ کے والد گرامی عوام اور حکمرانوں کے نزدیک بلند مرتبہ اور صاحب حیثیت انسان تھے کیونکہ وہ نیکی، پرہیزگاری، عقل کی پختگی، فیاضی اور بذل وسخاوت میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ ضرورت مندوں، طلبہ علم اور رشتہ داروں پر دل کھول کر خرچ کیا کرتے تھے۔ آپ از راہ الفت ومحبت اور دلی صدق وصفاء کے ساتھ جو کچھ خرچ کیا کرتے تھے اس تعلق سے چنداں پرواہ نہیں کیا کرتے تھے۔ اس وجہ سے لوگوں کے دلوں میں ان کی عقیدت ومحبت بیٹھی ہوئی تھی جو دوسرے لوگوں کو حاصل نہیں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ لوگوں نے پہلے آپ کی کنیت ابوحبیب رکھ دی تھی جبکہ آپ کے صاحبزدگان میں سے کسی کا نام حبیب نہیں تھا۔

توفیق الٰہی سے شیخ ناصر دروس، علمی مجالس اور سفر وحضر میں اپنے والد کے ہمراہ رہے اور آپ کو اس تعلق سے دوہری فضیلت حاصل رہی کہ آپ ان کے صاحبزادہ ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے سامنے زانوئے تلمذ بھی تہہ کیا جس کی وجہ سے آپ کو والد محترم کی معیت کا زیادہ موقع ملا جس کا اثر شیخ ناصر کی زندگی پر علمی اور اخلاقی دونوں ناحیوں سے دیکھنے کو ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ علم کے بحر بیکراں تو تھے ہی، تہذیبوں کے آشنا اور بے پناہ صلاحیتوں کے مالک تھے۔ شاعر کے بقول:

الابن ینشأ علی ما کان والدہ

ان العروق علیها ینبت الشجر

یعنی بیٹا باپ کی بنیادوں پر ہی پروان چڑھتا ہے اور جڑوں پر ہی درخت اگا کرتے ہیں۔

شیخ شثری رحمہ اللہ غریبوں، لاچاروں، قلاشوں، معاشرے کے ضرورت مندوں، بھلائی کے کاموں، اختلاف کے ختم کرنے اور اچھے کاموں میں بے دریغ اپنے مال خرچ کیا کرتے تھے۔ یہ سبھی چیزیں بتاتی ہیں کہ آپ کی پرورش بہت ہی اچھی بنیادوں پر ہوئی تھی اور آپ کے اندر خصائل حمیدہ اور خالص عربی عادات واطوار کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے۔

شیخ شثری شرعی علوم، اس کے مقاصد واحکام کے جانکار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تیز طرار ذہن، وسیع فہم اور واضح حکمت عطا کیا تھا۔ وہ حدیثوں، صحابہ کرام کے فیصلوں اور علمائے کرام کی آراء، معاشرہ کے احوال، اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ نیز زمانے کے احوال اور مختلف مذاہب وملل کے اعتراضات کے تعلق سے اچھی خاصی آگاہی رکھتے تھے۔ آپ ان علمائے کرام میں سے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے حکمت سے نوازا تھا اور بہت زیادہ خیر وبھلائی عطا کیا تھا۔

شیخ شثری کا وہ واقعہ فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے جو کہ لیبیا کے صدر معمر قذافی کے ساتھ پیش آیا تھا کہ اسی کے گھر میں اس کی تردید کی۔ شیخ 1980ء بمطابق 1400ھ کے موسم گرما میں شاہ کے ساتھ سرکاری وفد کا حصہ تھے۔ قذافی بھی سعودی وفد کے ساتھ نجی بس میں گرین ماؤنٹین کے سفر پر گئے تھے۔ یہ سفر کئی گھنٹے پر مشتمل تھا۔ اس دوران میزبانوں اور مہمانوں کے درمیان نوک جھونک ہوتی رہی۔ قذافی اپنی عادت کے مطابق اپنی گھسے پٹے افکار ونظریات پر رائے زنی کرتے رہے۔ اس میں ایک سنت کے تعلق سے قذافی کا قول بھی تھا۔ اس سے پہلے آپ شاہ خالد سے قذافی کے اس موقف کے تعلق سے سن چکے تھے لیکن اب شخصی طور پر اس سے سن رہے تھے۔ آپ سے توقع کی جاتی تھی کہ آپ نے سنت کی حجیت کے تعلق سے جو کچھ سنا تھا اس کی تردید کریں لیکن وہ کمال ہوشیاری سے یہ بات کہہ کر بچنا چاہتا تھا کہ میں پوری سنتوں کا انکار نہیں کرتا ہوں بلکہ میں عملی سنتوں پر عمل کرتا ہوں، زبانی سنتوں کا انکار کرتا ہوں۔ میں نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کے مسائل کو بھی تسلیم کرتا ہوں۔ البتہ جن حدیثوں کی نسبت رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی جاتی ہیں تو وہ سبھی گڑھی ہوئی جھوٹی ہیں جو آپ کی وفات کے بعد ایک لمبی مدت کے بعد گڑھی گئی ہیں جن پر کسی بھی صورت میں اعتماد نہیں کیا جاسکتا ہے۔ میں قرآن پر بھروسہ کرتا ہوں اور صرف قرآن کے علاوہ دوسری چیزوں میں ہی مناقشہ کرتا ہوں۔

اس کی باتوں کو سن کر شیخ ناصر شثری جو بادشاہ کے امام تھے اور شرعی امور میں ان کے مشیر تھے نے قذافی پر رد کیا اور حق بیان کرکے اسے خاموش کیا اور اس کے خرافات کا تعاقب کیا اور کتاب وسنت کی روشنی میں اس پر زبردست رد کیا۔ اس کے بعد قذافی نے عناد وسرکشی میں کہا کہ اسلام صرف اہل عرب کا مذہب ہے اور اہل عرب ہی اسلام کے شایان شان ہیں۔ اس بنیاد پر تمام اہل عرب کو مسلمان ہونا ضروری ہے جہاں تک غیر عرب کی بات ہے تو ان کا مسلمان ہونا درست نہیں ہے اور عربوں کے علاوہ جتنے بھی مسلمان ہیں سب علاقائیت پسند ہیں اور اسلام کے خلاف سازشوں کا تانا بانا بننے

کے لئے اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔

اس کی یہ باتیں سن کر شیخ شثری نے دوبارہ کتاب وسنت کی روشنی میں اس پر تردید کی اور بیان کیا کہ اسلام صرف عرب کا دین نہیں بلکہ ساری کائنات کا مذہب ہے۔قذافی کی گمراہی شدید تر تھی یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنا موقف تبدیل نہیں کیا۔

قذافی نے بات چیت کو ہلکا بناتے ہوئے تعدد ازدواج کا موضوع چھیڑ دیا اور کہا کہ تعدد ازدواج کا اصول ایسا ہے جو اسلام اور قرآن میں موجود نہیں ہے۔اس نے سعودی وفد سے قرآنی آیت کریمہ ''وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ ''(سورہ نساء:۳)والی آیت پڑھنے کو کہا اور مزید گویا ہوا کہ یہ رخصت صرف ان دوشیزاؤں کے لئے ہیں جو یتیم ہوتی ہیں اور جو کسی ایسے انسان کی زیر تربیت پرورش پاتی ہیں جوان سے شادی کر کے ان کی حمایت کرنا چاہتا ہے، اس کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے ایک سے زائد نکاح درست نہیں ہے۔قذافی کے اس موقف پر بھی شیخ شثری نے سخت تردید کی اور اس کے دجل اور شریعت کے ساتھ کھلواڑ اور جرأت بیجا کو واضح کیا۔شاہ خالد بھی مناقشے کے وقت وہاں موجود تھے جو شیخ کی دلیلوں اور قذافی کے بہتان پر مسکراتے لیکن شیخ نے حق بات کہنے میں کسی ملامت گر کی ملامت کا ادنی خیال نہیں کیا۔

اس گفتگو کے اختتام میں اسلامی کیلنڈر کے متعلق بات چیت ہوئی جسے قذافی نے تبدیل کر کے وفات رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع کر دیا تھا اور اس سلسلے میں بھی وہ اپنی رائے پر ہی گامزن تھا۔اس نے کہا کہ ہجرت سے اسلامی کیلنڈر کی ابتداء کس نے کی؟ کیا قرآن میں اس کے تعلق سے نص موجود ہے؟ کیا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا ہے؟ یہ عمر رضی اللہ عنہ کی رائے تھی اور عمر رضی اللہ عنہ ایک مسلم حاکم تھے اور میں بھی ایک مسلمان حاکم ہوں جس طرح انہیں اجتہاد کا حق حاصل تھا، مجھے بھی اجتہاد کا حق حاصل ہے۔

جب اس کوتاہ مغز انسان کی جہالت اور حماقت حد سے بڑھ گئی تو شاہ خالد نے بات کو ختم کرتے ہوئے کہا کہ کیا آپ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جیسے ہیں؟

اس پورے مناقشے کا تذکرہ عالی جناب ڈاکٹر غازی قصیبی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الشیق الوزیر المرافق میں کیا ہے۔

میں نے مملکہ کے باہر کے مہمانوں کے ساتھ کئی مرتبہ عالی جناب شیخ سعد بن ناصر شثری کی زیارت کی، ان میں سے اکثر ملاقاتیں ان کے والد کے گھر میں ہی انجام پائیں۔مجھے آپ کے گھر میں آپ سے کئی ملاقاتوں کا شرف حاصل ہے۔ان ملاقاتوں سے آپ سے بہت مستفید ہوا۔شیخ کی شخصیت کا سب سے نمایاں پہلو آپ کا عمدہ اخلاق ہے جس کا مشاہدہ آپ سے ملنے والا کرتا ہے۔آپ عمدہ اخلاق کے مالک اور نیک مزاج انسان تھے۔وہ بہتر ساتھی اور اچھے ہم نشیں تھے۔میں نے آپ کی شخصیت میں محبت کرنے والا ساتھی، سرپرست شیخ، نیک عالم، صاحب بصیرت فقیہ اور عمدہ شاعر کا مشاہدہ کیا۔

آپ ان کے پاس بیٹھتے تو آپ سے آپ کے احوال، آپ کے اہل خانہ اور خاندان کے بارے میں پوچھتے اور آپ خود ان کا تذکرہ کرتے اور ان کے بارے میں اپنی جانکاری کے مطابق چیزوں کا تذکرہ کرتے۔ان کی مجلس علمی، تاریخی اور معاشرتی فوائد سے خالی نہیں ہوتی تھی۔ان تمام خوبیوں کے بعد اگر ان کے خانوادہ، عوام الناس، حکمراں طبقہ اور آپ نے جس سے ملاقاتیں کیں چاہے اس کا تعلق مملکہ سے ہو یا مملکت سعودی عرب کے باہر سے ہو، آپ سے محبت رکھے اور آپ کی عزت وتعظیم کرے تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے۔

شیخ ناصر رحمہ اللہ اپنی تونگری اور تندرستی کے ایام میں بھی اللہ کی نعمتوں پر اس کے شکر گزار تھے اور اپنے بوڑھاپے اور کمزوری کے دنوں میں بیماری اور کمزوری و آزمائش میں اس سے کہیں زیادہ صابر وشاکر تھے۔

اگرچہ شیخ کی وفات ہوگئی ہے اور ان کا جسم فنا ہوگیا ہے لیکن ان کے بیش بہا اعمال اور عمدہ یادیں ہمیشہ ہمیش باقی رہیں گی اور ان کی اولاد ان کے نقش پا پر چلتی رہے گی کیونکہ وہ بھی بہت نیک اولادیں ہیں۔وہ اپنی نیک نامی اور عمدہ تاریخ کو ہمیشہ یاد رکھیں گے اور نیک فاضل خاندان کی راہ پر چلتے رہیں گے۔جیسا کہ زہیر بن ابی سلمی نے کہا ہے:

وما یک من خیر اتوہ فانما
توارثہ آباء آباء ھم قبل
وھل ینبت الخطی الا و شیجہ
و تغرس الا فی منابتھا النخل

یعنی وہ جس خیر سے سرفراز ہیں وہ ان کی اپنی کسب نہیں بلکہ انہوں نے اپنے آباء واجداد کی وراثت پائی ہے۔اس لئے کہ خطی نیزہ اپنے ہی درخت کے پاس نکلتا ہے اور کھجور کا پودا بھی کھجوروں کے درمیان نکلتا ہے۔

میں اس جگہ آپ کی سوانح اور کارناموں کی ایک جھلک ہی پیش کر پا رہا ہوں کیونکہ ایک بات تو یہ ہے کہ آپ کی سوانح کا مجھے مکمل علم بھی نہیں ہے اور دوسری بات جس قدر ہم نے آپ کی شخصیت اور ذات کے بارے میں سنا ہے، اس کے تعلق سے ایک پوری کتاب بلکہ کئی ساری کتابیں چاہئیں جس میں آپ کی تالیفات، آپ کے عظیم کارناموں اور کارہائے نمایاں کو جمع کیا جا سکے۔مجھے امید ہے کہ ماضی قریب میں اس کام کو انجام دیا جائے گا کیونکہ عالی جناب شیخ ناصر بن عبدالعزیز شثری کے فضائل ومراتب کو فراموش نہیں کیا جا سکتا جو ہمارے دلوں میں جاگزیں ہیں آپ کے علم واخلاق، بھلائی اور انسانیت نوازی کی وجہ سے اور اس لئے بھی کہ آپ نے اپنی زندگی دین ووطن اور اس کے حکمرانوں کی خدمت ومعاونت میں صرف کر دی۔اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت کی برکھا کرے، کشادہ جنتوں کا مکیں بنائے، آپ کے عمدہ اعمال کو آپ کی نیکیوں کے پلڑے میں کرے اور ہمیں اور آپ کے اہل خانہ کو صبر وسلوان کی توفیق بخشے۔آمین۔ ☆☆

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام تیرہواں آل انڈیا دس روزہ ورچول ریفریشر کورس برائے ائمہ دعاۃ ومعلمین کا حسن آغاز کل سے

عالمی وبا کووڈ ۱۹ کی روک تھام، دہشت گردی کے خاتمہ اور امن وشانتی، قومی یک جہتی اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے قیام میں ائمہ ومعلمین کے کردار وغیرہ اہم دینی وسماجی موضوعات پر ماہرین کے محاضرے ہوں گے۔

نئی دہلی: ۲۴/جون ۲۰۲۱ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام تیرہواں آل انڈیا دس روزہ ورچول ریفریشر کورس برائے ائمہ دعاۃ ومعلمین کا حسن آغاز کل مورخہ ۲۵/جون ۲۰۲۱ء مطابق ۱۳/ذو القعدہ ۱۴۴۲ھ جمعہ کو صبح دس بجے سے ہوگا جو روزانہ صبح ۱۰/ سے ۱۲:۱۵/ بجے دن تک کل تین نشستوں پر مشتمل ہوگا اور مورخہ ۴/جولائی ۲۰۲۱ء مطابق ۲۲/ذو القعدہ ۱۴۴۲ھ اتوار تک جاری رہے گا۔ اس اہم ریفریشر کورس میں عالمی وبا کووڈ ۱۹ کی روک تھام، اس سے پیدا ہونے والی مشکلات ومعاملات کے حل اور اس سلسلے میں رہنمائی، دہشت گردی کے خاتمہ اور امن وشانتی، قومی یک جہتی اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے قیام میں ائمہ ومعلمین کے کردار وغیرہ اہم دینی وسماجی موضوعات پر ماہرین کے محاضرے ہوں گے۔ان شاء اللہ۔ چونکہ پورے ملک میں پھیلی کورونا کی مہلک وبا کی وجہ سے سفر اور اجتماع محفوظ وماموں نہیں ہے، اس لئے امسال یہ تیرہواں آل انڈیا ریفریشر کورس برائے ائمہ، دعاۃ ومعلمین ورچول یعنی آن لائن منعقد ہو رہا ہے۔ یہ جانکاری مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے ذرائع ابلاغ کے نام جاری ایک بیان میں دی۔

امیر محترم نے اس ریفریشر کورس کی اہمیت وضرورت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ تدریب وٹریننگ انسانی زندگی کی بہت بڑی ضرورت ہے۔ اس سے صلاحیتوں میں نکھار آتا ہے اور فعالیت میں اضافہ ہوتا ہے اور وسائل کو منظم طور پر احساس ذمہ داری کے ساتھ استعمال کرکے قوم وملت اور انسانیت کی خدمت کا سلیقہ ماہرین سے سیکھنے کو ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کی ہر مہذب قوم ہر شعبہ حیات میں تدریب و ٹریننگ کو لازمی قرار دیتی ہے۔ دعوت الی اللہ، اصلاح امت اور نئی نسل کی دینی تعلیم و تربیت جو کہ ایک عظیم کام اور ذمہ داری ہے وہ اس بات کی زیادہ متقاضی ہے کہ اس سے وابستہ علماء ودعاۃ، ائمہ اور معلمین کی تدریب وٹریننگ بہر طور کرائی جائے تا کہ مؤثر طور پر خصوصا اس عالمی مہلک وبا کورونا کے چیلنجز اور مسائل بھرے نیز مواقع سے بھرپور دور میں دعوت واصلاح، تعلیم وتربیت اور خدمت انسانیت کا فریضہ انجام دیا جا سکے۔ اس طرح کے دوروں کی افادیت اس وقت مزید دو چند ہو جاتی ہے جب یہ مجالس مذاکرہ ومناصحہ، افادہ واستفادہ اور تذکیر وتعلیم اور ''وذکر فان الذکری تنفع المومنین'' کی عملی تفسیر بن جائیں۔

امیر محترم نے مزید کہا کہ مقام شکر ہے کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند ہر سال ائمہ، دعاۃ ومعلمین کی تدریب وٹریننگ کا بالالتزام اہتمام کرتی ہے جس میں پورے ملک سے ائمہ، دعاۃ ومعلمین شریک ہوکر اکابر علمائے کرام، دینی وعصری جامعات کے موقر اساتذہ اور مختلف شعبہ حیات کے ماہرین کے علم وتجربے سے استفادہ کرکے سماج ومعاشرہ اور ملک وملت کی تعلیم وتربیت، اصلاح اور خدمت میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

معروف عالم دین مولانا عبد المتین سلفی رحمہ اللہ کی اہلیہ محترمہ کا انتقال پر ملال

نئی دہلی۔۱۵/جون ۲۰۲۱ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے توحید ایجوکیشنل ٹرسٹ، کشن گنج (بہار) کے بانی ومؤسس اور معروف علمی ودعوتی شخصیت مولانا عبد المتین سلفی رحمہ اللہ کی اہلیہ محترمہ، توحید ایجوکیشنل ٹرسٹ کے چیئرمین اور امام بخاری یونیورسٹی کشن گنج بہار کے روح رواں، فعال ومتحرک جوان عالم دین مولانا مطیع الرحمٰن مدنی کی والدہ ماجدہ اور ہم سب کے بزرگ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے مفتی عام شیخ عطاء الرحمٰن مدنی حفظہ اللہ کی سب سے بڑی صاحبزادی کے سانحہ ارتحال پر گہرے رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے اور پسماندگان ومتعلقین کو دلی تعزیت پیش کی ہے۔

امیر محترم نے کہا کہ مرحومہ انتہائی متواضع، نیک دل، مہمان نواز اور صوم وصلاۃ کی پابند خاتون تھیں اور اپنے والد گرامی، شوہر نامدار اور فرزند ارجمند کی دینی وتعلیمی

سرگرمیوں کی شاہد وشریک اور ان کے تمام صدقات جاریہ کی سہیم تھیں۔اپنے والد گرامی شیخ عطاء الرحمٰن مدنی حفظہ اللہ جیسی شمس ،فعال ومتحرک اورصاحب ولولہ شخصیت جواپنی نوجوانی ہی سے وطن عزیز سے لیکر افریقہ کے صحراؤں تک تعلیمی اوردعوتی میدانوں میں سرگرم عمل رہے،کی ان ساری سرگرمیوں کی شاہد ہی نہیں بلکہ ان سب میں ہاتھ بھی بٹاتی رہیں اور اپنے اندر موجود صلاحیتوں سے بھرپور کردارادا کرتی رہیں۔مولانا عبدالمتین سلفی رحمہ اللہ جیسے تعلیمی ودعوتی میدانوں کے شہسوار وسرگرم عمل شخصیت کے ساتھ ازدواجی زندگی سے منسلک ہونے کے بعد یہی نہیں کہ انہوں نے اپنے بچوں اوربچیوں کو بہتر تعلیم وتربیت سے آراستہ وپیراستہ کیا بلکہ مولانا کی تمام دعوتی وتعلیمی ورفاہی سرگرمیوں میں فعال کردارادا کرتی رہیں،خصوصا مولانا کے در دولت پر جس طریقے سے اہل علم وفن اور ہرمیدان کے لوگوں کا تانتا بندھا رہتا تھا ان کی خاطر داری ومہمان نوازی کا اہتمام وانتظام اندرون خانہ اپنے خاص انداز اورسلیقہ مندی سے انجام دیتی رہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے مولانا نے اللہ تعالیٰ کی توفیق اورمحنت وجدوجہد سے جامعۃ الامام البخاری وجامعہ عائشہ الاسلامیہ ودیگر تعلیمی اداروں کوجس طرح پروان چڑھایا اس میں یقیناً بہت بڑا ہاتھ ان خاتون خانہ کا بھی تھا۔ جوحضرات اس طرح کے کارنامے انجام دیتے ہیں وہ ان کی دقتوں اورپیچیدگیوں سے بخوبی واقف ہوتے ہیں۔مولانا عبدالمتین سلفی کے سانحہ ارتحال کے بعدایک بھاری ذمہ داری مولانا مطیع الرحمٰن مدنی کے کاندھوں پرآپڑی تھی تو مرحومہ نے اپنے فرزندارجمند کوبھرپور ہمت وحوصلہ دیااوراپنے تجربات کی روشنی میں آگے بڑھتے رہنے کی تلقین اور ہرطرح سے رہنمائی کرتی رہیں ۔افسوس کہ گزشتہ شب تقریباسوا دو بجے کشن گنج بہار میں دل کا دورہ پڑنے کی وجہ سے ان کا انتقال ہوگیا۔ انااللہ وانا الیہ راجعون۔اس غم ناک سانحہ کی اطلاع عزیزم مولانا مصباح الدین بخاری نے دی۔

پریس ریلیز کے مطابق آج ظہر بعد بڑے صاحبزادے مولانا مطیع الرحمٰن مدنی نے نماز جنازہ پڑھائی اورعوام کے علاوہ علماء کرام کی بڑی تعداد نے شرکت کی نیز کشن گنج میں جامعہ عائشہ الاسلامیہ کے بالمقابل قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔اللہ تعالیٰ مرحومہ کی تمام نیکیوں اوردینی خدمات کوشرف قبولیت بخشے،بشری لغزشوں کومعاف فرما کر جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے اور جملہ پسماندگان چاروں بیٹوں مولانا مطیع الرحمٰن مدنی،ڈاکٹرعبدالرحمٰن عادل،انجنیئر عبداللہ الکافی،ڈاکٹرعبدالباقی، پانچوں بیٹیوں اورمرحومہ کے والد بزرگوار اور تمام بھائی بہنوں، نیز جملہ اہل خانہ وخویش واقارب کوصبر جمیل کی توفیق بخشے اور ذمہ داران ومتعلقین اور سب کو ان اداروں کورواں دواں رکھنے کی ہمت وقوت عطا کرے۔آمین یارب العلمین۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام تیرہواں دس روزہ ورچوئل ریفریشر کورس برائے ائمہ، دعاۃ ومعلمین کا حسن آغاز

کورونا کال میں ائمہ، دعاۃ اور معلمین نے اپنی خدمات کے ذریعہ انسانیت کی اعلی مثال قائم کی ہے/اصغرعلی امام مہدی سلفی

نئی دہلی ۲۵/جون۔

ائمہ،دعاۃ ومعلمین فاتحین دین اورکاروان انسانیت کے میر کارواں اور بیت القصید ہیں۔وہ ملک وملت اورانسانیت کی خاطر رباط کی زندگی گزارتے ہیں جس کی بڑی اہمیت وضرورت اورفضیلت ہے۔وہ انبیائے کرام کے وارث ہیں اور خیر کو پھیلانے اور شر کے وائرس سے انسانیت کو بچانے والے وائرس ہیں۔لہٰذا جس طرح انبیاء کرام اورخاص طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کوسب سے فضیلت اوراعلیٰ مقام حاصل ہے اسی طرح انہوں نے دین وانسانیت کے راستے میں سب سے زیادہ مصائب ومشکلات جھیلیں اور برداشت کی ہیں۔اسی طرح آپ ائمہ ومعلمین جن کی فضیلت واہمیت بھی مسلم ہے،اللہ نہ کرے کوبھی یہ مصیبتیں اورمشکلات جھیلنی پڑسکتی ہیں۔اس وقت ثبات قدمی اوراستقامت ہی آپ کا اصل سرمایہ اورملت کا اہم اثاثہ ہے۔آج سب سے زیادہ افتاد ہمارے تعلیمی اداروں پر پڑی ہے جوملک وملت کے قیمتی اورمفید سرچشمۂ قوت ہیں اوراس سے سب سے زیادہ متاثر آپ لوگ ہوئے ہیں۔لیکن آپ کو ہمت نہیں ہارنی ہے،انبیاء کرام کا اسوہ ونمونہ اپنے پیش نظر رکھنا ہے اور پوری دلجمعی سے ان کے مشن کو جاری وساری رکھنا ہے ۔کورونا کال میں آپ ائمہ ودعاۃ اورمعلمین نے اپنی خدمات کے ذریعہ انسانیت کی اعلی مثال قائم کی ہے۔ہم آپ تمام شرکائے دورہ مساجد ومدارس کے ذمہ داران ،علماء ومدربین ، صوبائی،ضلعی،مقامی اورمرکزی جمعیات اہل حدیث کے ذمہ داران اوراپنے کارکنان کے بے حد شکرگزار ہیں اورسب کو باربار خوش آمدید کہتے ہیں۔ان خیالات کا اظہار مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی نے کیا۔وہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیراہتمام تیرہویں دس روزہ ورچوئل ریفریشر کورس برائے ائمہ،دعاۃ ومعلمین کے افتتاحی پروگرام میں شرکاء دورہ سے آن لائن صدارتی خطاب فرمارہے تھے۔

امیر محترم نے اپنے خطاب میں مزید کہا کہ ایک وقت تھا جب مدارس اسلامیہ پر افتاد پڑی تھی اورمرکزی جمعیت نے حالات کی نبض شناسی کرتے ہوئے مدارس کنونشن بعنوان’’کیا مدارس اسلامیہ دہشت گردی کے اڈے ہیں یا خدمت انسانیت

کے مراکز ہیں'' منعقد کیا تھا جس کے ایک پروگرام میں اس وقت کے وزیر داخلہ حکومت ہند جناب شیوراج پاٹل بھی مدعو تھے انہوں نے اپنے خطاب میں کہا تھا'' یہ دینی مدارس انسانیت سازی کے قلعے اور امن و خدمت انسانیت کے پیامبر ہیں، ان کا دہشت گردی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ قوم کو تعلیم کے ساتھ تربیت سے آراستہ کر کے حکومت کے کام میں ہاتھ بٹا رہے ہیں۔'' ان مدارس پر بھی آج ایک دوسری طرح کی افتاد آپڑی ہے، کورونا کی وبا کی وجہ سے ان کا مالی و تعلیمی نظام چرمرا گیا ہے اور اس میں سب سے زیادہ ہمارے علماء ودعاۃ ومعلمین متاثر ہوئے ہیں۔ اصحاب خیر حضرات کو ان کی بھرپور امداد کرنی چاہیے اور انہیں اس مالی بحران میں بے یار ومددگار نہیں چھوڑ دینا چاہیے۔ مدارس کے ذمہ داران ومساجد کے متولی حضرات بھی ہمارے تعاون اور توجہ کے مستحق ہیں۔ ساتھ ہی متولی حضرات ونظماء کرام کو چاہیے کہ وہ استقامت کی راہ اختیار کریں اور ان ائمہ ومدرسین کا ہر طرح سے خیال رکھیں اور حتی الامکان ان کی خبر گیری کریں۔

مولانا محمد ہارون سنابلی ناظم عمومی مرکزی جمعیت نے اپنے کلمات میں شرکاء دورہ کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ دعاۃ کی ذمہ داری بہت بڑی ہے۔ آپ کا مقام بہت بلند ہے۔ اس مقام کو گرنے نہ دیں۔ آپ کو جس مشن کے لیے تیار کیا جا رہا ہے وہ انبیاء کی دعوت ہے۔ انبیاء کی سیرت کا مطالعہ کریں گے تو احساس ہوگا کہ انہوں نے کتنی مصیبتیں جھیلیں۔ آپ بھی ہمت نہ ہاریں۔ انہوں نے اس دورے کے انعقاد کو سب کے لئے مفید بتایا اور اس سلسلے میں کی گئی کوششوں اور فکرمندیوں پر مبارک باد پیش کیا۔

مولانا ریاض احمد سلفی نائب ناظم مرکزی جمعیت نے اپنے افتتاحی کلمات میں شرکاء دورہ کا خیر مقدم کیا اور کہا کہ اس دورہ کا انعقاد جمعیت کی متنوع سرگرمیوں اور خدمات کا ادنی سا حصہ ہے۔ یہ دورہ تعلیم وتعلم کا سنہرا موقع ہے۔ اس سے اسلاف کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ صحابہ کرام بھی اسی طرح سیکھنے کے لیے نکلتے تھے۔ اسلاف نے علم سیکھنے کے لیے اسفار ورحلات کا اہتمام کیا۔ یہ دورہ اس ناحیے سے بے حد مفید ہے کہ اس میں دینی وعصری مضامین شامل رہیں گے۔ انہوں نے اس دورہ کے انعقاد پر مرکزی جمعیت کے امیر محترم ودیگر ذمہ داران کو خاص طور پر مبارکباد پیش کی اور اس کے تئیں اپنی نیک خواہشات کا اظہار کیا۔

اس موقع پر ڈاکٹر سید عبدالعزیز سلفی نائب امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے بھی اپنے گراں قدر خیالات کا اظہار کیا اور تاریخی روایات کا ذکر فرمایا اور دعاۃ و معلمین کو مفید مشورے دیے۔

تاثرات پیش کرنے والوں میں حافظ محمد عبدالقیوم نائب امیر مرکزی جمعیت، مولانا محمد علی مدنی اور حافظ محمد یوسف نائبین ناظم عمومی، مولانا عبدالستار سلفی امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث دہلی، مولانا عرفان شاکر ناظم صوبائی جمعیت دہلی بھی تھے جنہوں نے اس ریفریشر کورس کے سلسلے میں اپنی نیک خواہشات کا اظہار کیا اور جمعیت کے ذمہ داران بالخصوص امیر محترم کو اس کے انعقاد پر مبارکباد پیش کی۔

واضح ہو کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام تیرہویں دس روزہ ورچوئل ریفریشر کورس برائے ائمہ ودعاۃ ومعلمین کے افتتاحی پروگرام کا آغاز صبح دس بجے قاری ارشاد صاحب کی تلاوت قرآن کریم سے ہوا جس میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ذمہ داران کے علاوہ دہلی کی مقتدر شخصیات اور تمام صوبائی جمعیات کے نامزد ائمہ، دعاۃ ومعلمین کی بڑی تعداد نے آن لائن شرکت کی۔

پروگرام کی نظامت کے فرائض دورے کے کنوینر ڈاکٹر محمد شیث ادریس تیمی نے انجام دیے اور دورے کا مختصر تعارف بھی پیش کیا اور دورے میں ملک کے طول وعرض سے شریک ائمہ وعاۃ اور معلمین کا تہ دل سے استقبال کرتے ہوئے کہا کہ اس پروگرام کا اصل مقصد تذکیر وتزکیہ اور ملک وملت کی خدمت کے جذبے کو مزید مہمیز وصیقل کرنا ہے۔ پرگرام کا اختتام ناظم مالیات مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند الحاج وکیل پرویز کے بہترین تاثرات، تشجیعی وتشکراتی اور دعائیہ کلمات پر ہوا جنہوں نے شرکاء دورہ اور ان کو نامزد کرنے والی صوبائی جمعیات اہل حدیث کے علاوہ مرکزی جمعیت کے ذمہ داران بالخصوص امیر محترم اور کارکنان کا بھی شکریہ ادا کیا اور شرکاء کو اس سے بھرپور استفادے کی ترغیب دی۔ کورونا کی وبا اور حکومتی گائڈ لائنز کے مدنظر یہ پروگرام گوگل میٹ کے ذریعے منعقد کیا گیا اور الحمدللہ بہت ہی کامیاب رہا۔ اس افتتاحی پروگرام میں مفتی جمیل احمد مدنی استاذ المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ، حافظ شکیل احمد میرٹھی سابق امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث دہلی وغیرہ بھی شریک تھے۔ یہ دورہ مورخہ ۴ر جولائی ۲۰۲۱ء تک جاری رہے گا۔ ان شاءاللہ ☆☆

مکتبہ ترجمان کی تازہ پیشکش

کتاب الآداب

مؤلف: فؤاد بن عبدالعزیز الشلھوب

مترجم: محمد نعیم محمد شفیع سلفی

تقدیم

مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی

صفحات:665 قیمت:-/300

جماعتی خبریں

معزز شخصیت ماسٹر جناب امام حسن صاحب کا انتقال پرملال: یہ خبرانتہائی رنج وغم سے سنی گئی کہ میری والدہ ماجدہ حفظہا اللہ کے اکلوتے اور بہت ہی معزز و پیارے ماموں جان اور میرے نانا جان محترم جناب امام حسن صاحب کا بتاریخ ۷/مئی ۲۰۲۱ء بروز جمعہ انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ نانا جان ہم سب پر بہت مہربان تھے۔خصوصاً میرے اپنے حقیقی نانا جناب خلیل احمد مرحوم جو بہت پہلے انتقال کرگئے تھے اور جن کو ہم بھائی بہنوں نے نہیں دیکھا تھا چہ جائیکہ ان کی شفقتوں اور محبتوں کے ہم سزاوار بنتے ایسی حالت میں والدہ ماجدہ کے اکلوتے ماموں اور ہمارے نانا جان ہم سے بے حد محبت فرماتے تھے۔ہمیں نانا جان کی مکمل شفقتیں ملتی رہیں اور والدمحترم مدظلہ العالی کو اپنے بڑے اور حقیقی داماد سے بھی زیادہ عزت ومحبت سے نوازتے تھے۔آپ ایک پڑھے لکھے باوقار شخصیت کے مالک تھے۔ خاندان گاؤں اور علاقے کے اہم معززین میں آپ کا شمار ہوتا تھا تمام اہم معاملات میں دور دور تک یاد کئے جاتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے ہرطرح کی دنیوی نعمتوں سے نواز رکھا تھا۔ان سب کے باوجود آپ علاج ومعالجہ اور ڈاکٹری وطبابت کا کام بھی انجام دیتے تھے اور خلق خدا کو فائدہ پہنچاتے تھے۔ چونکہ آپ کا تمام گھرانہ ہی تعلیم یافتہ تھا اور مردوخواتین سب ہی تعلیم سے جڑے ہوئے تھے اور آپ کے خاندان میں معلمین ومعلمات کی ایک بڑی تعداد تھی جو سرکاری طور پر ٹیچنگ اور تدریس کا فریضہ انجام دے رہے تھے۔آپ بھی سرکاری اسکول میں تدریس سے جڑ گئے اور بے شمار بچوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کیا۔آپ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے خصوصاً ہم سب پر بہت مہربان تھے اور شفقت فرماتے تھے۔کچھ دنوں سے دل کے مریض تھے اور دہلی میں علاج کے لئے آیا کرتے تھے۔ ادھر کورونا وائرس کی دوسری لہر میں اپنے آبائی مشہور ومعروف بستی سنت پور مغربی چمپارن جو اپنے خاص زبان وتہذیب کے لئے معروف ہے، میں اچانک شدید بیمار پڑ گئے اور پٹنہ میں کچھ ہی دنوں کے علاج کے بعد انتقال ہوگیا۔اللہ تعالیٰ آپ کی نیکیوں کو قبول فرمائے جنت الفردوس کا مکین بنائے اور اہل خانہ ومتعلقین خصوصاً آپ کی اہلیہ محترمہ اور دونوں بچے انجینئر اعظم امام اور انجینئر ارشد امام اور دونوں بہنوں اور والدہ ماجدہ جن سے نانا جان کی موت کو پورے دن پوشیدہ رکھا گیا اور اب تک شدید غم سے متاثر ہیں کو صبر وسلوان عطا فرمائے۔آمین (غم زدہ وشریک غم: مولانا محمد اظہر مدنی)

سانحہ ارتحال: یہ خبر انتہائی رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ ابھی چند دنوں قبل کلیۃ التربیۃ السّلفیہ للبنات مدھوپور ضلع دیوگھر جھارکھنڈ کے استاد شیخ عبدالمقیت مدنی کا 22 اپریل 2021 کو انتقال ہوا تھا کہ بعد نماز جمعہ 18 جون 2021 کو ان کے والد صاحب کا بھی اپنے آبائی گاؤں (مافی مجھوا ضلع بستی یوپی) میں انتقال ہوگیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

بلاشبہ یہ اہل خانہ ومتعلقین کے لئے کافی صبر آزما ہے۔اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ان کی نیکیوں کو قبول فرمائے اور بشری لغزشوں کو معاف فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے آمین، (شریک غم: عبدالسّتار محمد اسلام سلفی امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث دہلی ومدیر کلیۃ التربیۃ السّلفیہ للبنات مدھوپور ضلع دیوگھر جھارکھنڈ)

(مرکزی جمعیت اهل حدیث هند کے امیر ، ناظم عمومی، ناظم مالیات اور جمله ذمه داران و کارکنان نے مذکوره مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل اور پسماندگان سے اظهار تعزیت کیا هے)

تاریخ ردقادیانیت اور خدمات اہل حدیث کے سلسلہ میں معلومات کا خزانہ

ڈاکٹر بہاءالدین حفظہ اللہ کے قلم سے

تحریک ختم نبوت (1 تا 25 جلدیں)

تاریخ اهل حدیث (1 تا 9 جلدیں)

مکتبہ ترجمان کی مطبوعات پر 50% کی رعایت، مدارس، جامعات، مکتبات اور تاجران کتب درج ذیل پتہ سے طلب کریں۔

ملنے کاپته

مکتبه ترجمان

اہل حدیث منزل، 4116، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔110006

فون: 011-23273407، فیکس: 011-23246613

گاؤں محلہ میں صباحی ومسائی مکاتب قائم کیجیے

اور مکاتب میں تجوید وتعلیم قرآن کریم کا اہتمام کیجئے!

حضرات! قرآن کریم بنونوع انسان وجنان کے نام اللہ رب العالمین کا آخری پیغام ہے۔ جو نبی آخرالزماں حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا، جو ہدایت کا سرچشمہ، عبرت وموعظت کا ذریعہ اور دین وشریعت اور توحید ورسالت کا اولین مرجع ومصدر ہے، جس کا حرف حرف علم وعرفان اور حکمت وموعظمت کے موتیوں سے لبریز ہے، جس کی تعلیم وتعلم اور تلاوت باعث ثواب اور جس پر عمل فوز وفلاح اور سعادت دارین کا سبب اور ضمانت ہے اور قوموں کی عزت وذلت اور عروج وزوال اسی سے مربوط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے اول یوم سے اس کی تلاوت وقرأت اور اس پر عمل کا خصوصی اہتمام کیا، حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کے مکاتب ومدارس قائم کئے اور سوسائٹی میں اس کی تعلیم واتباع کو خصوصیت کے ساتھ رواج دیا۔ نتیجتاً وہ اس اہتمام بالقرآن کی برکت سے ہر میدان میں اوج کمال تک پہنچے۔ لیکن بعد کے ادوار میں یہ روشن روایت دن بدن کمزور پڑتی گئی۔ خود برصغیر میں تعلیم وتفسیر قرآن کریم تو کجا تجوید وقرأت کا عرصہ تک کما حقہ اور مضبوط انتظام نہ ہوسکا اور نہ اس پر خصوصی توجہ مبذول کی گئی۔ حالانکہ تعلیم وتعلم قرآن میں علم تاویل وتفسیر اور غور وفکر کے ساتھ ساتھ تجوید بھی مقصود تھا اور ہمارے نبی کریم محمد ﷺ نے اس کی بڑی تاکید بھی فرمائی تھی۔

مقام شکر ہے کہ چند دہائی قبل مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سمیت مختلف جہات سے تعلیمی بیداری مہم کے نتیجے میں مدارس وجامعات اور مکاتب ومساجد میں تجوید قرآن کریم کا مبارک سلسلہ شروع ہوا تھا جس کے ملکی سطح پر بہترین ثمرات سامنے آئے۔ پورے ملک میں مکاتب بڑے پیمانے پر قائم ہوئے اور بہت سی بستیوں میں مکتب کی تعلیم کے زیر اثر بچوں کی ذہنی طور پر نشو ونما ہونے لگی۔ لیکن روز بروز بدلتے حالات کے پیش نظر عصری تعلیم گاہوں اور کنونٹس اور گاؤں میں مدارس کی وجہ سے مکاتب بہت متاثر ہوئے۔ لہٰذا مکاتب کو بڑے اور عمدہ پیمانے پر پروان چڑھانے کی ضرورت ہے تاکہ نئی نسل کو دین کی بنیادی باتوں اور قرآن کریم سے روشناس کرایا جاسکے۔

لہٰذا آپ حضرات سے دردمندانہ گزارش ہے کہ اس حوالے سے خصوصی توجہ مبذول کریں اور اپنے گاؤں اور محلوں میں صباحی ومسائی مکاتب کے قیام کو یقینی بنائیں، اگر قائم ہیں تو ان کی سرگرمی وفعالیت میں بہتری لائیں، قدیم نظام کا احیاء کریں، ان میں تجوید وتعلیم قرآن کا خصوصی اہتمام کریں تاکہ جماعت وملت کے نونہالوں کو دین واخلاق سے آراستہ کرسکیں اور انھیں دین وعقیدہ پر قائم رکھ سکیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایک ہوکر دین حنیف، جماعت وجمعیت اور ملک وملت کی مخلصانہ خدمت انجام دینے کی توفیق بخشے، ہر طرح کے فتنے اور آزمائش سے محفوظ رکھے اور عالمی مہلک وبا کورونا وغیرہ سے سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

اپیل کنندگان

اصغر علی امام مہدی سلفی

امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند ودیگر ذمہ داران

اہل حدیث منزل کی تعمیر و تکمیل کے لیے

محترم و غیور ائمہ، خطباء، متولیان مساجد اور ذمہ داران جمعیات سے پُر زور اپیل اور التماس

اہل حدیث منزل میں چوتھی منزل کی چھت کی ڈھلائی کا کام ہوا چاہتا ہے اور دیگر تینوں منزلوں کی صفائی کی تکمیل کے لیے آپ سے گزارش ہے کہ آنے والے جمعہ میں باضابطہ طور پر اپنی مسجدوں میں اس کے تعاون کے لیے پرزور اعلان فرمائیں اور مندرجہ ذیل کھاتے میں رقم ارسال فرما کر جنت میں اعلیٰ مقام بنائیں اور اس صدقہ جاریہ میں شریک ہوں۔

تعاون کے طریقے : (۱) سیمنٹ، سریا، روڑی، بدرپور، ریت (۲) نقد رقم (۳) کاریگروں اور مزدوروں کی اجرت کی ادائیگی (۴) کھڑکی، دروازہ، پینٹ، رنگ وروغن کا سامان یا قیمت مہیا کرا کے تعاون فرمائیں اور مال واولاد اور اعمال صالحہ میں برکت پائیں۔

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind

A/c: 629201058685

ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)

RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292